حالم

(Haalim - A Dreamer)

نمرہ احمد

حالم

نمرہ احمد

نوٹ:۔

باب اول

گدلے پانیوں کا سنگم!

اس نے خواب میں دیکھا کہ
وہ گدلی سی جگہ ہے....
دو دریاؤں کا سنگم....
بارش تڑا تڑا برس رہی ہے....
کیچڑ میں کھلے آسمان تلے دو لوگ کھڑے ہیں....
ایک سنہرے بالوں والی لڑکی ہے....
بارش نے اس کو بھگو دیا ہے....
اس کے بال گیلے ہو کر گالوں سے چپک گئے ہیں
اور وہ گردن اٹھائے اوپر دیکھ رہی ہے....
آسمانوں کو....آسمانوں کے پار جہانوں کو....
سامنے ایک آدمی کھڑا ہے....
کیچڑ سے اس کے پیر لت پت ہیں..
وہ دراز قد اور کسرتی بازوؤں والا ہے....
اس کے گیلے بال ماتھے پہ بکھرے ہیں....
وہ اپنے گریبان پہ ہاتھ ڈالتا ہے....
اور ٹائی نوچ کے اتارتا ہے....
پھر وہ آستینیں موڑتا ہے... پیچھے....اور پیچھے....
لڑکی ابھی تک اوپر دیکھ رہی ہے....
آدمی جھکتا ہے....کیچڑ سے مٹھی بھرتا ہے....

سیدھا کھڑا ہوتا ہے....

مٹھی لڑکی کی طرف بڑھاتا ہے...

''میرے ساتھ رہو....ہم دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔''

وہ بارش اور طوفان میں بلند آواز سے کہتا ہے....

وہ چونک کے اسے دیکھتی ہے....پھر اوپر نگاہ اٹھاتی ہے....

دور آسمان پہ ایک پرندہ اڑتا ہوا آ رہا ہے....

اپنے پر پھیلائے اس آدمی کے سر کے اوپر فضا میں آرکتا ہے....

چکر کاٹتا ہے....کاٹتا ہے....کاٹتا ہے....

لڑکی انگلی اٹھا کر اشارہ کرتی ہے....الفاظ اس کے لبوں سے نہیں نکل پاتے...مگر وہ ہونٹ ہلا کر کہتی....بے آواز....وہ دیکھو....

آدمی مٹھی بڑھائے ہنوز کھڑا رہتا ہے۔اس کی مٹھی میں کیچڑ ہے....اور کیچڑ میں دمکتی ایک سونے کی چابی ہے....

میرے ساتھ رہو....میرے ساتھ رہو....وہ ہنوز کہہ رہا ہے۔

پرندہ ان کے سر پہ چکر کاٹ رہا ہے....سنہرے اور سرخ رنگ کا پرندہ...عقاب جیسا....نیلے ہیروں جیسی آنکھوں والا پرندہ....

ایک جھٹکے سے حَالم کی آنکھ کھلی......

☆......☆......☆

کولالمپور' جزیروں کے ملک ملائیشیا کا سب سے مشہور شہر ہے۔مختلف تہذیبوں اور ادیان کا مرکز....یہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔سمندر اور اونچے پہاڑ....سبزہ اور کھلے باغات....وہ جنت کے تصور جیسا خوبصورت شہر تھا اور اس صبح وہ معمول کے مطابق آوازوں' شور اور بے فکر قہقہوں سے گونج رہا تھا...لوگ مصروفیت سے اپنے روزمرہ کے کام نپٹا رہے تھے....سڑکوں پہ...دفتروں میں....گھروں میں....

کے ایل (کولالمپور کو عرف عام میں کے ایل کہا جاتا تھا) کے مصروف کاروباری مراکز کے علاقے میں ایک اونچی عمارت بے نیازی سے کھڑی دکھائی دیتی تھی۔اس کے بارہویں فلور پہ آؤ تو آفس کیبن بنے تھے'اور ورکرز مصروف دکھائی دیتے تھے۔ٹائپنگ کی آوازیں'فون کی گھنٹیاں.....یوں دکھائی دیتا تھا کہ اس آفس میں ہر دن کی طرح کام جاری وساری تھے.....

ایسے میں ایک نوجوان ہاتھ میں فائل پکڑے تیز تیز چلتا جا رہا تھا۔چینی نقوش کی صورت کا حامل وہ درمیانے قد کا تھا' اور چہرے پہ دباد با جوش تھا۔ایک آفس کے دروازے کے سامنے وہ رکا' خوشی کو قابو کرتے ہوئے مسکراہٹ دبائی' اور دھڑلے سے دروازہ کھولا۔

اندر آفس ٹیبل کے پیچھے ایک تھکا ماندہ سا ادھیڑ عمر شخص بیٹھا تھا۔ ٹائی ڈھیلی کیے' بگڑے تاثرات لئے' اس نے آنکھیں اٹھا کے اکتاہٹ سے اندر داخل ہوتے نوجوان کو دیکھا۔

''مولیا میں اس وقت کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔ میں ساری رات سو نہیں پایا۔ ابھی مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔''

''انور صاحب.... اچھی خبر ہے۔'' مولیا دمکتے چہرے کے ساتھ کرسی کھینچ کر سامنے بیٹھا تو انور صاحب نے ہاتھ جھلایا۔

''تمہیں لگتا ہے اس وقت مجھے کوئی خبر خوش کر سکتی ہے؟ میری لاپرواہی سے باس کا لیپ ٹاپ چوری ہو گیا ہے اور تمہیں اپنے کاموں کی پڑی ہے؟...'' وہ ناراض چینی آنکھیں مولیا پہ جما کے زور سے بولے۔ ''ابھی تک تو باس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ ان کا لیپ ٹاپ جس میں ہمارے بزنس کے خفیہ دستاویزات ہیں' اور جو انہوں نے مجھے وائرس سے پاک کرنے کے لیے دیا تھا' میں گم کر چکا ہوں۔ جاؤ خدا کے لئے.....''

''سر تحمل سے میری بات سنیں۔ مولیا نے لیپ ٹاپ کو ٹریس کر لیا ہے۔'' وہ چہک کر بولا۔ (ملائیشیا کے لوگ عموماً ''میں نے یہ کر لیا ہے'' کی جگہ اپنا نام لے کر کہتے ہیں کہ ''مولیا نے یہ کر لیا ہے۔'')

انور صاحب کا جھکا اترا چہرہ تیزی سے سیدھا ہوا۔ آنکھیں پھیلیں۔ بہت سے رنگ چند لمحوں میں بدلے۔

''کیا مطلب؟ کیسے؟'' وہ تیزی سے آگے ہوئے۔

''حالم!'' مولیا نے جوش اور فخر سے وہ فائل سامنے رکھی۔ انور صاحب نے چونک کے اسے دیکھا' پھر سیاہ فائل کو۔

''تم نے حالم کو ہائر کیا؟'' ان کی آواز سرگوشی میں بدل گئی۔ دلچسپ سرگوشی میں۔ آنکھوں میں چمک ابھری۔

''جی۔ مولیا نے رات کو ہی اسے کال کر دی تھی۔ اور صبح تک اس نے سارا کھوج لگا لیا ہے۔''

''اتنی جلدی؟'' ان کو خوشگوار سی بے یقینی ہوئی۔

''وہ حالم ہے سر۔ حالم یعنی خواب دیکھنے والا مگر خواب وہ ہمارے پورے کرتا ہے۔ ہم جیسے لوگ پولیس کے پاس جا نہیں سکتے کیونکہ پولیس لیپ ٹاپ کو evidence میں شامل کر کے اسے دیکھے گی ضرور اور ہمارے کارپوریٹ سیکرٹس کمپرومائز ہو جائیں گے اور باس کو بھی علم ہو جائے گا۔ اس لئے ہمارے پاس حالم جیسے پرائیوٹ Scam Investigator سے اچھا کوئی آپشن نہیں تھا۔''

''تم نے بہت اچھا کیا۔ حیرت ہے مجھے اس کا خیال کیوں نہیں آیا؟ حالانکہ کتنے کام کروا چکے ہیں ہم پچھلے چند ماہ میں اس سے۔'' وہ تکان سے پہلی دفعہ مسکرائے۔ پھر خیال آنے پہ پوچھا۔ ''کیسا ہے وہ اب؟ ویسا ہی نخریلا' مغرور اور موڈی؟''

''ہے تو وہ ویسا ہی۔ کتنی منتیں کرنی پڑتی ہیں اس کی' پھر کام کرنے کی حامی بھرتا ہے وہ۔ لیکن ایک دفعہ ذمہ داری اٹھا لے تو کام کر کے دم لیتا ہے۔ ایسے ہی تو وہ کے ایل کی بلیک مارکیٹ کا سب سے ذہین اور شاطر انویسٹی گیٹر نہیں ہے سر۔ اس کی ذہانت.....''

''اچھا اچھا۔اب کام کی طرف آؤ۔'' انہوں نے بےزاری سے ٹوکا تو مولیا کی زبان کو قفل لگا' پھر خجل سا مسکرا کے بولا۔

''اچھا یہ دیکھیں۔اس نے لیپ ٹاپ کو ٹریس کرلیا ہے۔اس وقت ہمارا لیپ ٹاپ اس ایڈریس پہ موجود ہے۔'' مولیا نے فائل کھول کے اس پہ ایک جگہ دستک دی۔

انور صاحب آگے کو جھکے' عینک ناک پہ جمائی اور غور سے پڑھا۔''یہ تو کسی کے گھر کا پتہ لگ رہا ہے۔مگر یہ کون.....ایک منٹ۔'' انہوں نے چونک کر آنکھیں اٹھائیں۔رنگ فق ہوا تھا۔

''یہ تو تنگو کامل محمد کا گھر ہے۔'' انہوں نے چونک کے سر اٹھایا تو منہ آدھا کھل چکا تھا اور پیشانی پہ پسینہ پھوٹنے لگا تھا۔''تنگو کامل نے ہمارا لیپ ٹاپ چرایا؟اوہ خدا.....مجھے اٹھالے۔مجھے اٹھالے....''

''صبر کریں' سر۔''

''صبر؟ میں باس کو کیا منہ دکھاؤں گا؟'' وہ چیخے تھے۔''میری کار سے ان کا لیپ ٹاپ چوری ہوتا ہے اور چوری کرنے والا کون ہے؟ ہمارا سب سے بڑا حریف۔یا اللہ! وہ اب تک کیا کچھ کر چکا ہوگا ہمارے ڈاکومنٹس کے ساتھ۔'' انہوں نے پیشانی پہ ہاتھ رکھا اور آنکھیں بند کرلیں۔مولیا نے جلدی سے پانی کا گلاس بھر کے ان کے سامنے کیا۔انور صاحب نے جھٹ گلاس اٹھایا اور غٹا غٹ پی گئے۔پھر گہری سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگے۔

''ابھی تک تو میں نے سر کو یہ کہہ رکھا ہے کہ لیپ ٹاپ ٹھیک کروا رہا ہوں۔چند گھنٹے سے زیادہ میں ان کو ٹال نہیں سکتا۔اب بتاؤ۔'' وہ خود پہ قابو پاتے ہوئے فکرمندی سے پوچھنے لگے۔''وہ کتنی جلدی تنگو کامل کے گھر سے لیپ ٹاپ نکال کر لاسکتا ہے؟''

''کون؟''

''میرا دادا جو قبر میں بیٹھا تمہیں خط لکھ رہا ہے' یو ایڈیٹ۔'' انہوں نے زور سے میز پہ ہاتھ مارا۔پانی کا گلاس تو کانپا ہی' مولیا خود بھی اچھل ہی پڑا۔

''مم....میں....وہ....حالم کا پوچھ رہے ہیں آپ؟ مگر سر' وہ انویسٹی گیٹر ہے۔اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکے گا اور....'' مگر انور صاحب کے تاثرات اور لال انگارہ آنکھیں دیکھ کر وہ گڑبڑا کے اٹھا۔''میں....میں کچھ کرتا ہوں۔اس کی منت کرتا ہوں۔''

انور صاحب نے خاموشی سے انگلی سے اسے قریب بلایا۔وہ ڈرتے ڈرتے ان کی طرف جھکا۔

''اگر....'' وہ اتنا زور سے گرجے کہ مولیا بے اختیار پیچھے ہٹا۔''مجھے آج رات تک لیپ ٹاپ نہ ملا تو تمہاری نوکری گئی۔جتنا پیسا خرچ کرنا پڑے' کرو....میں ساری رقم ادا کروں گا لیکن مجھے وہ واپس چاہیے....''

''راجر باس۔'' اس نے اثبات میں زور زور سے گردن ہلائی' جلدی جلدی فائل سمیٹی اور باہر کو بھاگا۔

اپنے آفس میں آ کر اس نے دروازہ بند کیا' اور کرسی پہ آ کے نڈھال سا گرا۔ مگر وقت مزید ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایک نظر اپنی بیوی بچوں کی تصاویر کو دیکھا جو میز پہ رکھے فریمز میں لگی تھیں' اور پھر فون پہ نمبر ملانے لگا۔ کالنگ حالم۔ جلد ہی اس نے فون اٹھالیا۔

''میں سوچ ہی رہا تھا کہ ابھی تک میری صبح خوشگوار کیوں گزر رہی ہے۔ کوئی نحوست کیوں نہیں کھل رہی اس میں؟ فون کرنے کا شکریہ مولیا۔ اب بتاؤ' کیا کام ہے؟'' خوشگوار سی مردانہ آواز کانوں سے ٹکرائی تو مولیا کی صبح میں سارے زمانے کی نحوست کھل گئی۔ چہرے کے زاویے بگڑے مگر وہ ضبط کر کے مسکرایا۔

''تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لئے فون کیا تھا۔''

''ہو ہی نہیں سکتا۔ کام بتاؤ۔'' وہ اب کے رکھائی سے بولا تھا۔ ''مگر یاد رکھنا' اگلے چار دن میں مصروف ہوں۔ جمعرات کے بعد کر سکوں گا۔ اب بتاؤ' پھر سے کیا کھو دیا ہے تم نے؟''

''وہی لیپ ٹاپ....'' وہ بے چارگی سے بولا۔ ''وہ کیسے نکلواؤں؟''

''کیا مطلب؟ ابھی تک نکلوایا نہیں ہے وہ؟ کمال آدمی ہو یار تم۔ دو گھنٹے پہلے رپورٹ دی تھی تمہیں۔ اپنے چار پانچ سیکیورٹی کے بندے لے کر جاتے' ان کے گھر میں گھستے اور نکال کر یہ جا وہ جا۔''

''حالم.... حالم.... خدا کے لئے سمجھو۔'' مولیا اپنے بال نوچنا چاہتا تھا۔ ''ہم کارپوریٹ سیکٹر کے لوگ ہیں۔ غنڈے بدمعاش نہیں ہیں۔ جتنے اچھے ہمارے سیکیورٹی آفیسرز ہیں' اس سے کہیں اچھے لوگ تنگو کامل کے پاس ہوں گے۔ وہ تنگو کامل ہے۔ ایک امیر اور طاقتور آدمی۔ نہ ہوتا تب بھی ہم یہ نہیں کر سکتے کیوں کہ لیپ ٹاپ انور صاحب کی لاپرواہی سے کھویا ہے۔ ہم باس کو بتائے بغیر اس کو واپس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کل صبح سے پہلے۔''

''دیکھو اگر تو تمہیں یہ غلط فہمی ہے کہ میں تنگو کامل کے گھر جا کر تمہارا لیپ ٹاپ چراؤں گا' تو میں یہ نہیں کرنے لگا' سوری۔ حالم چور نہیں ہے۔ صرف انویسٹی گیٹر ہے۔'' وہ بے رخی سے بولا تھا۔

''پھر میں کیا کروں؟ میری نوکری چلی جائے گی یار۔'' مولیا نے بے چارگی سے فوٹو فریمز کو دیکھا۔ آفس بلائنڈز سے چھن کر آتی دھوپ میں وہ مزید چمکنے لگی تھیں۔ تیز دھوپ۔ بے سائبان۔ اس کا دل بیٹھنے لگا۔

''اچھا پھر کسی چور کو ہائر کرو' وہ رات کو چرا لائے گا۔'' حالم نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔

''میں کاروباری آدمی ہوں۔ کہاں جانتا ہوں گا ان چور ڈاکوؤں کو؟ تم کچھ کرو پلیز۔ میں منہ مانگی رقم ادا کروں گا۔'' دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

''پہلے سے دگنی رقم دو گے؟'' مولیا جھٹکے سے سیدھا ہوا۔ چہرہ کھل اٹھا۔

''ہاں بالکل۔''

''مگر میں تین گنا لوں گا۔''

مولیا نے فون کو کان سے ہٹا کر گھورا پھر ضبط کرتے ہوئے دوبارہ کان سے لگایا۔''جو مانگو گے دوں گا۔''

''پھر ایک کام کرو۔'' حالم کا لہجہ اب کے نرم پڑا جیسے اسے مولیا پہ ترس آ گیا ہو۔''مجھے دو ڈھائی گھنٹے دو۔ میں تنگو کامل کے تمام ملازموں کی پروفائلز تمہیں دے دیتا ہوں۔ان کی صلاحیتیں اور ان کی کمزوریاں۔تم جس ملازم کو بہتر سمجھو اس کے پاس جا کر اس کو ڈرا دھمکا کے یا پیسے کا لالچ دے کر اس کو خرید لو۔گھر کا بھیدی آسانی سے لیپ ٹاپ نکال کر لا دے گا۔'' مولیا کا منہ کھل گیا۔

''یہ سب میں کروں گا؟ مطلب....کیا تم خود ان ملازموں سے بات نہیں کر سکتے؟''

''یو نو واٹ مولیا....تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہاری مدد کی جائے۔اب فون نہ کرنا۔'' کھٹ سے فون بند ہو گیا۔مولیا کا سر گھومنے لگا۔اس نے دیوانہ وار دوبارہ نمبر ملایا۔

''پلیز....پلیز حالم....فون اٹھا لو....'' وہ باآواز بلند دعا کر رہا تھا۔

(اگر باس کو معلوم ہو گیا....گھن کے ساتھ وہ بھی پس جائے گا۔ بلکہ وہ تو سڑک پہ آ جائے گا۔) مگر حالم فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

میز پہ رکھے فوٹو فریمز اب دھوپ کی حدت سے چمکنے لگے تھے۔جیسے اس کے بیوی بچے سایے سے نکل کر ننگے سر سورج تلے آ کھڑے ہوئے ہوں۔اس کا تو گھر بھی کمپنی کا دیا ہوا تھا۔اس نے غصے اور بے بسی سے پیغام ٹائپ کیا۔

''حالم....فون اٹھاؤ ورنہ میں خودکشی کر لوں گا۔''

''آفس کے دروازے کا لاک کھول کے خودکشی کرنا۔ورنہ لاش سے بدبو آنے میں چند دن لگ جاتے ہیں۔''

''میں تمہاری منت کرتا ہوں۔ میں اس کے ملازموں سے خود بات کر لوں گا۔صرف مجھے ان کی پروفائلنگ کر دو۔'' اس نے جلدی جلدی پیغام لکھا۔

''پہلے مجھ سے معذرت کرو۔'' فوراً جواب آیا۔

''کیسے؟''

''ایک کاغذ پہ لکھو۔حالم کے ایل کا بہترین اسکام انویسٹی گیٹر ہے اور میں آئندہ اس سے اختلاف نہیں کروں گا۔تمہارے یہ لکھنے تک میں پروفائلز تیار کر لوں گا۔'' مولیا نے فوراً سے نوٹ پیڈ پہ قلم گھسیٹا۔

''میں نے یہ لکھ بھی لیا۔''

''اس کو پانچ سو پچپن دفعہ لکھو۔'' وہ غرا کے بولا اور فون کٹ گیا۔مولیا نے گہری سانس لی' آستین سے پیشانی پونچھی اور جلدی

جلدی قلم کاغذ پہ گھسیٹنے لگا۔

''پتہ نہیں اس شخص کی کون سی انا کو تسکین ملتی ہے ایسے کاموں سے۔'' وہ غصے سے بڑبڑا بھی رہا تھا۔

کمرے میں دھوپ پھیلتی جا رہی تھی۔ مگر اس نے اے سی کو تیز نہیں کیا۔ اسے خیال ہی نہیں آیا۔ بس سر جھکائے' لکھتا گیا۔ لکھتا گیا۔ جانے کتنی دفعہ لکھا گیا تھا کہ اس نے سر میز پہ رکھ دیا اور خالی نظروں سے قلم اور پنسلز سے بھرے مگ کو دیکھنے لگا۔ اس کا سر درد کر رہا تھا جیسے دماغ پھٹنے کو ہو۔ انور صاحب کے ساتھ اس کی نوکری اور گھر دونوں جائیں گے.....

فون کی گھنٹی چنگھاڑی تو مولیا اچھل پڑا۔ تیزی سے فون اٹھایا۔ حالم کی ای میل آئی تھی۔ اس کے جسم کا ہر عضو آنکھ بن گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ چند پرنٹڈ کاغذ اپنے سامنے پھیلائے بیٹھا تھا۔ کھلا لیپ ٹاپ ترچھا کر کے یوں رکھا ہوا تھا کہ سورج کی کرنوں کا راستہ رک گیا تھا اور فوٹو فریمز چھایا تلے تھیں۔ ان کو جیسے سائبان مل گیا تھا۔

''تنگو کامل کا ڈرائیور!'' اس نے ایک کاغذ اٹھا کر چہرے کے سامنے کیا اور آنکھیں چھوٹی کر کے تفصیل پڑھی۔ ''اونہوں۔ جو اتنے سال سے تنگو کامل کی ملازمت کر رہا ہو' بھلے وہ جوئے کا عادی بھی ہو' وہ نہیں بک سکتا۔'' اس نے کاغذ واپس ڈالا اور دوسرا پرنٹ آؤٹ اٹھایا۔

''بٹلر۔'' بند مٹھی ہونٹوں پہ رکھ کے چند لمبے تفصیلات پڑھیں۔ بٹلر کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا گیا تھا جیسے۔ ''یہ تو بالکل بھی نہیں۔ اس کا کرمنل بیک گراؤنڈ اس کی کمزوری نہیں' اس کی طاقت ہے۔ کیا سوچ کے حالم نے اس ہٹے کٹے آدمی کی پروفائل بنا کے دی ہے؟ یہ تو مجھے پھونک مار کے اڑا دے گا۔''

جھرجھری لے کر کاغذ رکھ دیا۔ اب پرسنل اسسٹنٹ کی باری تھی۔ اس کی شکل دیکھ کر ہی مولیا کو رونا آ گیا۔

''یہ تو مجھ سے عمر میں بھی بڑا ہے اور قابلیت میں کہیں آگے ہے۔ امریکا کا پڑھا ہوا محنتی اور قابل نوجوان۔ اس کے سامنے میں بات بھی نہیں کر پاؤں گا۔'' اس کاغذ کو تو اس نے چھوا بھی نہیں۔ پھر اگلے کو دیکھا تو نگاہ ٹھہر گئی۔ دھیرے سے کاغذ اٹھا کے آنکھوں کے سامنے لایا۔

وہ ان تمام پروفائلز میں پہلی نسوانی پروفائل تھی۔

''تالیہ مراد۔'' وہ نام پڑھتے ہوئے بڑبڑایا۔ صفحے کے کونے میں اس کی تصویر بنی تھی۔ (تصویر آج کی لی ہوئی تھی' جیسے کسی گھر کی چھت سے گلی میں چلتی لڑکی کی تصویر اتاری گئی ہو۔ وہ لمبا سا مقامی طرز کا فراک پہنے ہوئی تھی' کہنی پہ ٹوکری ٹنگی تھی جس میں پھول تھے' اور وہ سر جھکائے کندھے کے پرس سے کچھ نکال رہی تھی۔ ماتھے پہ سفید خوبصورت سا ہیٹ پہن رکھا تھا' جس سے سیاہ بال نکل کر کندھے پہ گر رہے تھے۔ جھکے سر اور ہیٹ کے باعث چہرہ واضح نہ تھا مگر رنگت گوری' نکھری ہوئی لگتی تھی۔) مولیا کی نظریں ٹائپ شدہ الفاظ پہ جا رکیں جو حالم نے اس کی پروفائلنگ کرتے ہوئے لکھی تھیں۔

''تالیہ مراد۔ اس کا تعلق کشمیر سے ہے۔ تین ماہ سے تنگو کامل کی ملازمہ ہے....زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہے' مگر انگریزی اور ملے

زبان ٹھیک سے بول لیتی ہے۔ بہت باتونی لڑکی ہے۔ قدرے بے وقوف اور جلد باز۔ آدھا دن تنگو کامل کی ملازمت کرتی ہے اور شام میں ایک ریسٹورانٹ میں ویٹرس کے طور پہ کام کرتی ہے۔ کشمیر میں اس کا لمبا چوڑا خاندان ہے جس کی کفالت یہی کرتی ہے۔ جو کماتی ہے وہیں بھیج دیتی ہے۔ خود عام کپڑوں اور جوتوں میں خوش باش گھوم رہی ہوتی ہے۔ تالیہ کو سوپ بنانے' احمقوں کی طرح بہت بولنے' اور ہر چھپکلی' کاکروچ کو دیکھ کر چیخیں مار مار کے رونے کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔ وہ ایسی لڑکیوں میں سے ہے جن کے پاس اچھی شکل اور دراز قد کے علاوہ کوئی خصوصیت اور صلاحیت نہیں ہوتی۔ نہ ذہانت' نہ تعلیم۔ اس کے باوجود تنگو کامل ہو یا سوپ پارلر والے' سب تالیہ سے محبت کرتے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ ایک کم ذہن' کم علم اور سادہ سی لڑکی پہ سب اتنا اعتماد کیوں کرتے ہیں؟ مگر اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ایماندار' سچ بولنے اور خیال رکھنے والی لڑکی ہے۔ خوش اخلاق اور ہنس مکھ ہے۔ انہی خامیوں کی وجہ سے وہ زندگی میں کبھی ترقی نہیں کر سکی اور نہ کبھی کر سکے گی۔'' وہ ایک بے رحمانہ تجزیہ تھا۔

مولیا کی پیشانی پہ افسوس کی لکیریں ابھریں۔ ''حالم کتنا بے مروت اور سفاک ہے۔ یا شاید مادہ پرست۔'' ابھی وہ کوئی اور تبصرہ کرتا لیکن صفحے کا آخری پیراگراف پڑھ کے ٹھٹک گیا۔

''تالیہ یہاں الیگل ہے۔ وہ نوکری کی تلاش میں آنے والے غیر قانونی پاکستانیوں میں سے ہے۔ اور یہی اس کی وہ کمزوری ہے جس کی بنا پہ اس کو ڈرایا دھمکایا جا سکتا ہے۔''

''اوہ تب ہی تنگو کامل نے اسے ملازمت دی۔ الیگل لڑکی یعنی کم تنخواہ اور مراعات۔ کنجوس تو وہ ہمیشہ سے تھا.... غیر قانونی تارک وطن....'' مولیا نے چہرہ اٹھایا تو اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ رنگت میں پھر سے سرخیاں گھل گئی تھیں اور فوٹو فریمز چھاؤں میں' محفوظ دکھائی دیتے تھے۔

''مجھے اس لڑکی کو ڈھونڈنا ہے۔'' کار کی چابی اٹھاتے ہوئے اس نے تمام کاغذ سمیٹ کر فائل میں رکھے' ایک نظر لڑکی کے پتے پہ ڈالی' اور فائل لئے اٹھا۔

''مجھے ان چند گھنٹوں میں اس لڑکی کے ذریعے باس کا لیپ ٹاپ واپس حاصل کرنا ہے۔'' وہ ایک عزم سے باہر کو بھاگا تھا۔

☆......☆......☆

سوپ پارلر میں دوپہر اپنی ساری حدت کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی تھی۔ یخنی کی خوشبو اور اشتہا انگیز دھوئیں سارے میں پھیلے تھے۔ کچن میں ایک ساتھ بہت سی چیزیں پک رہیں تھیں۔

اندر جھانکو تو دو ویٹر ٹرے پہ برتن لگا رہے تھے۔ ایک ویٹرس ایک پلیٹر پہ جھکی کھڑی اس میں رکھے ملغوبے کو سجا رہی تھی۔ ایک بوڑھا آدمی ایپرن اور ٹوپی پہنے کھڑا سوپ کے دیگچے میں چمچ ہلا رہا تھا۔ صرف وہ فارغ بیٹھی نظر آتی تھی.....

خالی کاؤنٹر پہ چوکڑی کے انداز میں بیٹھی' اس نے ایپرن پہن رکھا تھا' اور بال ٹوپی میں مقید تھے۔ یہ واضح نہ تھا کہ وہ کتنے لمبے تھے مگر چہرہ بیضوی اور سرخ سفید سا تھا۔ سیبوں جیسے گال جن پہ مسکرانے سے ڈمپل پڑتا تھا۔ اور بڑی بڑی سبز آنکھیں۔ وہ ایشیائی نقوش والی پیاری سی لڑکی تھی اور اس وقت آنکھیں گھما کے سب کو دیکھتی مسکراتے ہوئے گنگنائے جا رہی تھی۔

دفعتاً دوسری ویٹرس نے سر اٹھا کے اکتاہٹ سے اسے دیکھا۔

''کتنا کام پڑا ہے' اگر تم تھوڑا سا کر لوگی تو وزن نہیں کم ہو جائے گا تمہارا۔''

تالیہ گانا روک کے ہلکا سا ہنسی پھر آنکھیں سیدھی ویٹرس پہ جمائے بولی۔ ''میرے گانے سے سوپ میں ذائقہ آتا ہے۔ آپ لوگوں نے وہ مووی دیکھی ہے کنگ فو پانڈا؟ نہیں دیکھی نا؟ میں نے بھی نہیں دیکھی۔ لیکن سنا ہے اس میں ایک موٹا سا پانڈا تھا جو.....''

''تم نے اپنی تنخواہ کا کیا کیا تالیہ؟'' بوڑھے شیف نے ایک دم اس کی طرف گھوم کے سختی سے سوال پوچھا تو تالیہ کی زبان رکی' لیکن مسکراہٹ برقرار رہی۔

''جب معلوم ہے کہ تنخواہ پاکستان بھیجتی ہوں تو پوچھتے کیوں ہو' پیارے اور موٹے سے بوڑھے؟'' وہ کہہ کے خود ہی ہنس دی تو باقی سب بھی ہنس پڑے۔ سوائے شیف کے جو خفگی سے اسے گھور رہے تھے۔

''لٹا دیا نا ہر دفعہ کی طرح اپنے خاندان پہ سب کچھ؟ اپنے لئے کیوں کچھ نہیں رکھتی؟'' وہ زچ ہوئے۔

''ارے ارے.... میرے کون سے اتنے خرچے ہوتے ہیں۔ اور پھر اتنے سارے پیسوں کا میں نے کیا کرنا ہے۔ اونہوں۔ کھاؤ نہیں' ایک۔'' اس نے بات کرتے کرتے کفگیر اٹھایا اور ویٹر کے ہاتھ پہ مارا جو ٹوکری سے گاجر بے پرواہی سے اٹھا رہا تھا۔ ہاتھ پہ لگی تو اس نے بدمزگی سے تالیہ کو دیکھا جس نے نفی میں دائیں بائیں گردن ہلائی۔ ''اونہوں۔ یہ مالک کی امانت ہے۔ ہم اسے نہیں کھا سکتے۔''

''بس بس تالیہ تم اپنی سچائی اور ایمانداری کو لے کر ہمیشہ ویٹرس ہی رہنا۔'' وہ برہمی سے ٹرے اٹھا تا باہر نکل گیا۔ تالیہ پھر سے ہنس دی اور کندھے اچکا دیے۔ پھر گردن موڑی تو ہیڈ شیف اسی طرح اسے ناراضی سے گھور رہے تھے۔ تالیہ نے مسکراہٹ دبالی۔

''تمہارے خاندان نے کیا تمہیں پیسہ کمانے والی مشین سمجھ رکھا ہے؟ تمہارا باپ اور بھائی خود کیوں کام نہیں کرتے؟ چلو ماں باپ تو ٹھیک ہے' بھائی بھابھی اور ان کے بچوں کا خرچہ بھی تم کیوں اٹھاؤ؟ کیا ان کو احساس نہیں ہوتا کہ تم ایک انسان ہو اور دو دو نوکریاں کر کے گزارا کرتی ہو؟'' غصے اور بے بسی کی حدت سے ان کی آنکھوں میں پانی آ گیا تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے۔'' تالیہ اداس ہوئی۔ ''ابو بیمار رہتے ہیں' بھائی کی نوکری سے گزارا نہیں ہوتا۔ بھابھی کے بچے ہیں وہ کام نہیں کر سکتیں.....اور وہ سب کوشش تو کرتے ہیں نا۔ پھر ان کا کیا قصور؟ اگر میں ذرا پڑھ لکھ جاتی تو کوئی نوکری کر لیتی اچھی سی۔ لیکن خیر...'' وہ کھلے دل سے مسکرائی۔ ''میرے کون سے خرچے ہیں یہاں۔ نہ پڑھائی وغیرہ کرنی ہوتی ہے' نہ بیمار پڑتی ہوں۔ اوپر سے ہوں

بھی الیگل۔“

کھٹاک سے ڈوئی بوڑھے شیف نے اس کے کندھے پہ دے ماری۔ وہ بلبلا اٹھی۔ ”کیا ہے؟“ نروٹھے پن سے چیخی بھی۔

”ہزار دفعہ کہا ہے اس بات کا اعلان نہ کیا کرو۔ پولیس نے پکڑ لیا نا تو بری پھنسو گی۔“

”ہاں تو آپ کے سامنے ہی کہہ رہی ہوں کون سا کسی اور کو بتا رہی ہوں۔“ وہ کندھا سہلاتے ہوئے خفگی سے ان کو دیکھ رہی تھی۔ ”اب الیگل ہوں تو اس میں میرا کیا قصور؟ ٹریول ایجنسی نے دھوکہ دیا تھا۔ مجھے تو یہاں آ کر علم ہوا۔ میرے تو پیپرز بھی انہوں نے رکھ لئے۔ خیر وہ تو انہوں نے دوسرے نام سے بنوائے تھے۔ غلطی میری اتنی ہے کہ میں نے اسی وقت عقل سے کیوں نہیں کام لیا۔ مگر مجھے نوکری چاہیے تھی نا!“

کندھا سہلاتا اس کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ اداسی سے پلکیں جھک گئیں۔ ”اب اگر تنخواہ بھیج دیتی ہوں پاکستان تو کیا برا کرتی ہوں۔ ایک بھائی ہی تو ہے کمانے والا۔ اب فوج کی نوکری میں کہاں گزارا ہوتا ہے پانچ لوگوں کا؟“ اس نے سر جھٹک کر پانی کی بوتل نکالی اور بیٹھے بیٹھے منہ سے لگائی۔

معمر شیف نے پلٹ کے اسے دیکھا۔ ”نرسنگ چھوڑ دی اس نے؟“ تالیہ نے پانی کا گھونٹ بوتل اوپر لے جا کر بھرا، پھر بوتل لبوں سے ہٹائی اور ڈھکن بند کرتے ہوئے ان کو دیکھ کر بولی۔ ”کہاں؟ فوج میں میل نرس ہے نا وہ۔ آپ کو تو میرے گھر والے اتنے برے لگتے ہیں کہ ان کی اچھی باتیں بھی بھلا دیتے ہیں آپ!“ آخر میں نروٹھے پن سے بولی۔ شیف چند لمحے تاسف سے اسے دیکھتے رہے۔

”تمہارے کوئی خواب نہیں ہیں تالیہ؟“ اس سوال پہ تالیہ جو گوتم بدھا کے انداز میں چوکڑی مارے کاؤنٹر پہ بیٹھی تھی، تھوڑی تلے انگلی رکھے اوپر دیکھتے ہوئے سوچنے لگی۔ ”میرے خواب؟“

”ہاں تالیہ... تمہارا سب سے بڑا خواب کیا ہے؟“ ایک ویٹر واپس آ گیا تھا اور گفتگو میں پرجوش سا داخل ہوا تھا۔ ویٹرز، شیف، سب رک کر اسے دیکھنے لگے جو انگلی سے گال پہ دستک دیتی اوپر دیکھتی سوچ رہی تھی۔ پھر اس کی آنکھیں چمکیں، اس نے ان سب کو دیکھا، اور چٹکی بجائی۔ ”ہے نا۔“

”کیا؟“ سب کام روک کے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ تالیہ نے دانت سے نچلا لب دبائے بڑی بڑی سبز آنکھیں مسکرا کے جھپکیں۔ ”میرا سب سے بڑا خواب یہ ہے کہ میں ایک سوپ کارٹ دھکیلتے ہوئے شہر کی مصروف ترین سڑک پہ سوپ بیچ سکوں۔ میرا اپنا ذاتی سوپ کارٹ ہو، اور لوگ میری بہترین ریسیپی والے سوپ کے دیوانے ہوں!“

کچن میں لمحے بھر کو سناٹا چھا گیا۔ شیف کا چہرہ سب سے زیادہ اترا تھا۔ ویٹرس تو جل بھن گئی۔

”ایک سوپ کی ریڑھی؟ بس تالیہ؟ بس؟“ ایک نے پیر پٹخا۔

تالیہ ڈر کے ذرا خفیف ہوئی۔ ”کچھ غلط کہا میں نے؟“

”لڑکی تم نوجوان ہو‘ شکل کی بھی اچھی ہو‘ خودمختار ہو‘ اور تمہارے خواب اتنے محدود ہیں؟ سوپ کی ریڑھی۔...اف تالیہ....اف۔“ ویٹرس نے ٹرے اٹھائی اور پیر پٹختی باہر نکل گئی۔

”ارے ارے.... تمہیں معلوم بھی ہے ایک کارٹ کتنا مہنگا ملتا ہے‘ بات تو سنو۔“ وہ پیچھے سے پکارنے لگی۔

”تالیہ کیا تم دوسروں کی طرح اونچے اونچے خواب نہیں دیکھتی؟“ شیف نے دیگچہ ڈھکا اور اس کے سامنے آ کر حوصلہ افزاء انداز میں پوچھنے لگے۔ ”کیا تمہارا دل نہیں چاہتا تمہارا اونچا سا محل ہو‘ جس میں تم ملکہ کی طرح رہو‘ تمہارے پاس دولت کا ڈھیر ہو‘ شہزادوں سا شوہر ہو‘ تمہیں کوئی کام نہ کرنا پڑے‘ نوکر چاکر ہوں‘ تم جس شے کو ہاتھ لگاؤ وہ سونا بن جائے۔ تالیہ مراد کیا تم ایسے خواب نہیں دیکھتی؟“

تالیہ نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دائیں بائیں نفی میں گردن ہلائی۔ ”نہیں تو۔“

بوڑھے شیف کی ساری خوش اخلاقی ہوا ہوگئی۔ ماتھے کو چھوا‘ اسے غصے سے کوسا اور کام کی طرف پلٹ گئے۔ تالیہ کندھے اچکا کر پھر سے ہنس دی۔

”میں تو ایک عام سی لڑکی ہوں۔ نہ میری تعلیم ہے‘ نہ کوئی اعلیٰ خاندان۔ مجھے خوابوں میں دلچسپی ہے نہ مردوں میں۔ بس تنگو کامل کے گھر سے ریسٹورانٹ‘ اور ریسٹورانٹ سے ان کا گھر....میری زندگی جب ان ہی دونوں چکروں میں کٹ جانی ہے تو کیا کرنا ہے میں نے لمبے لمبے خواب دیکھ کر۔ اپنے لئے کماتی ہوں‘ کھاتی ہوں اور گھر والوں کو کھلاتی ہوں۔ میں تو بہت خوش ہوں ایسے۔ میری زندگی میں کوئی مسئلہ‘ کوئی پریشانی نہیں ہے۔“ وہ بےفکری سے ہنس مکھ سے انداز میں کہہ رہی تھی۔

شیف مزید اسے کچھ سخت سست سناتے کہ ایک‘ ویٹر تیزی سے اندر آیا۔

”تالیہ....تم سے کوئی ملنے آیا ہے۔“

”مجھ سے؟“ تالیہ نے انگلی سینے پہ رکھ کے آنکھیں حیرت سے پھیلائیں۔

”ہاں۔ سوٹ وغیرہ پہن رکھا ہے۔ پوچھ رہا تھا تم تنگو کامل کی ملازمہ ہو نا؟“

”اوہ۔“ تالیہ کی سبز آنکھیں چمکیں۔ ”میں سمجھ گئی۔“ وہ جلدی سے نیچے اتری‘ جوتے پیروں میں گھسیڑے (ویٹرس نے ناک سکوڑ کے اس کی اس حرکت اور خالی سلیب کو دیکھا۔ صفائی‘ تمیز‘ آداب‘ سب خاک میں مل جاتے تھے اس کی وجہ سے۔) اور باہر کو لپکی۔ کیپ سر سے اتار دی تھی‘ سیاہ بال جو کندھوں تک آتے تھے اس وقت پونی میں بند تھے۔ وہ ہاتھوں سے سامنے کے بال درست کرتی آگے چلتی آئی۔ لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔

کونے کی میز پہ مولیا بے چین سا بیٹھا تھا۔ چینی نقوش کا حامل وہ درمیانے قد کا نوجوان تھا‘ اور بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔

پریشان لگتا تھا۔ دفعتاً نظر اٹھائی تو دیکھا' سامنے سے ایک ویٹرس چلتی آ رہی ہے۔ حالم کی دی گئی تصویر میں اس کی شکل واضح نہ تھی مگر وہ پہچان گیا۔ البتہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھا۔ چہرے کو بھی سنجیدہ بنالیا۔ وہ سامنے آئی تو اس نے کرختگی سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''بیٹھو! مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''

وہ اس کے سامنے بیٹھی۔ کہنیاں میز پہ رکھیں' ہتھیلیوں پہ چہرہ گرایا اور دلچسپی سے اس کو دیکھا۔''بولیے۔''

مولیا قدرے رعب سے کھنکھارا' پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوا۔''تم تنگو کامل کی ملازمہ ہونا؟''

''یعنی کہ میرا اندازہ درست تھا۔'' وہ ہلکا سا ہنس دی۔''آپ تنگو احمد کامل (تنگو کامل کے بیٹے کا نام) کی سالگرہ کی تقریب میں تھے شاید' اور میرا سوپ پیا تھا نا آپ نے۔ اور اب آپ یقیناً چاہتے ہوں گے کہ میں آپ کے لئے کام کروں مگر میں....''

''تم ملائیشیا میں الیگل ہو' ہے نا؟'' وہ سختی سے بولا تو وہ ٹھہر گئی۔ مسکراہٹ مدھم ہوئی۔ سبز آنکھوں میں حیرت ابھری۔

''آپ کو کیسے.....''

''دیکھو میں لمبی بات نہیں کرنے آیا لیکن اگر ابھی میں جا کر پولیس کو اطلاع کر دوں کہ تم یہاں الیگل ہو تو یہ سوپ پارلر کا مالک تو چھوڑو' تنگو کامل بھی مشکل میں پھنس جائے گا۔''

تالیہ کے ہونٹ کھل گئے۔ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔ پھر آنکھوں میں افسوس ابھرا۔

''آپ ایسا کیوں کریں گے؟ میرے ساتھ ٹریول ایجنسی نے دھوکا کیا تھا۔ اور پھر میں نے اپلائی کر رکھا ہے قانونی.....''

''تم جانتی ہو' میں تمہیں ابھی کے ابھی جیل میں ڈلوا سکتا ہوں۔'' وہ آگے کو جھکا اور اس کو گھورتے ہوئے غرایا۔ وہ ہلکا سا چونکی۔

''آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟''

مولیا نے گہری سانس لی اور فائل کھولی۔ پہلے صفحے پہ تالیہ کی پروفائل (رپورٹ) رکھی تھی۔ تالیہ نے سر جھکا کے دیکھا تو آنکھیں پھیل گئیں۔ بے یقینی سے پلکیں اٹھائیں۔''میرے بارے میں آپ کو اتنا کچھ.....؟'' اب کے وہ ذرا سنبھل کر بیٹھی۔ چوکنی سی۔ قدرے پیچھے بھی ہوئی۔''کون ہیں آپ؟''

مولیا نے اگلا صفحہ پلٹا اور ایک تصویر نکال کے اس کے سامنے رکھی۔''یہ تمہارے گھر والوں کی تصویر ہے نا' کشمیر میں رہتے ہیں وہ۔ جانتی ہو میں ان کے بارے میں کیسے جانتا ہوں؟ کیونکہ میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔'' اس کی طرف جھکے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا چبا چبا کے کہہ رہا تھا۔ تالیہ کی رنگت زرد پڑنے لگی۔ وہ مزید پیچھے ہوئی پھر گردن گھما کے دیکھا۔ اردگرد لوگ کھانے پینے اور باتوں میں مصروف تھے۔ کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ خوفزدہ لڑکی نے پھر سے مولیا کو دیکھا۔

''کیا چاہتے ہو؟''

''تمہارے اوپر قرضہ بھی ہے۔ بھائی کی شادی کے لئے لیا تھا نا؟ وہ کیسے اتارو گی؟ کبھی سوچا؟''

''آپ کو مجھ سے کیا چاہیے۔'' وہ شدید غیر آرام دہ نظر آ رہی تھی۔

''دیکھو تالیہ.....'' مولیا نے آواز دھیمی کی۔ لہجہ نرم کیا۔ لمحے بھر کے لئے بھی وہ لڑکی کے چہرے پر سے نظریں نہیں ہٹا رہا تھا۔ ''اگر تم چاہو تو میں تمہارا قرضہ بھی اتار سکتا ہوں' مزید رقم بھی دے سکتا ہوں اور تمہاری فیملی کو بھی کچھ نہیں ہوگا۔ بات نہیں مانو گی تو تمہارے ماں باپ کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور تم الیگل ہونے اور جیل چلے جانے کے باعث ان کی مدد بھی نہیں کر پاؤ گی۔ اب بتاؤ' میری مدد کرو گی؟''

''کیسی مدد؟'' وہ الجھی۔ رنگت قدرے بحال ہوئی۔

''تمہارے مالک تنگو کامل نے میرا لیپ ٹاپ چرایا ہے' اور مجھے وہ واپس چاہیے۔ یہ اس کی تصویر ہے۔'' اس نے کھلی فائل سے ایک اور کاغذ نکال کر سامنے رکھا تو نیچے رکھے ایک کاغذ کا کونا باہر کو سرک آیا۔ تالیہ نے گردن ٹیڑھی کر کے پڑھا۔ نچلے کاغذ کو جس پہ ایک ہی فقرہ کسی نے بار بار پین سے لکھا ہوا تھا۔

''حالم کے ایل کا بہترین اسکام انویسٹی گیٹر ہے اور میں آئندہ.....'' مولیا نے ایک دم ہڑبڑا کے کاغذ اندر ڈالا۔ تالیہ نے چونک کے اسے دیکھا۔ ''آپ نے کسی حالم نامی اسکام انویسٹی گیٹر کو ہائر کیا ہے میری چھان بین کے لئے؟'' آواز میں ہلکا سا غصہ در آیا۔

''میری بات دھیان سے سنو۔'' اس نے دوسرا کاغذ سامنے کر کے فائل بند کر دی۔ (سوال نظر انداز کر گیا۔) ''یہ اس لیپ ٹاپ کی تصویر ہے اور یہ تنگو کامل کے گھر میں موجود ہے۔ میرا لیپ ٹاپ چرایا ہے انہوں نے۔ تم مجھے یہ واپس لا کر دو گی اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم جانتی نہیں ہو میں تمہارے ساتھ کیا کر سکتا ہوں۔''

''آپ چاہتے ہیں میں چوری کروں؟'' وہ الجھن سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

''ہاں۔ جو انہوں نے چوری کیا مجھ سے' اس کو واپس چوری کرو۔ میں تمہیں ایک خطیر رقم دوں گا اور نیشنیلیٹی لینے میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔''

''میں اپنے مالک کے گھر چوری کروں؟ اپنے مالک کے گھر؟'' اس نے انگلی سینے پہ رکھ کے افسوس سے پوچھا۔ مولیا نے بے صبری سے جھٹ سر ہلایا۔ ''ہاں....''

تالیہ نے تاسف بھری سانس کھینچی اور سر جھٹکا۔ ''پھر آپ ایسا کریں' پولیس کو بتا دیں جو بھی بتانا ہے' کیونکہ تالیہ ایسی نہیں ہے۔ مجھے آپ کے پیسے نہیں چاہیے ہیں۔ میں اپنے مالک کو دھوکا نہیں دوں گی۔'' وہ سادگی سے کہہ کر کھڑی ہو گئی۔ مولیا بھی ساتھ ہی کھڑا ہوا۔

''سب یہی کہتے ہیں کہ ہمیں پیسے نہیں چاہئیں اس سے پہلے کہ انہیں چند صفر بڑھا کے رقم دی جائے۔ یہ میرا نمبر رکھ لو۔ تمہارے پاس ایک گھنٹہ ہے۔ ذہن بدلے تو مجھے کال کرنا۔ لیکن اگر پولیس یا تنگو کامل کے پاس جانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا.....'' اس نے

اپنا موبائل لہرا کے دکھایا۔ ''میں نے تمہاری گفتگو ریکارڈ کر لی ہے جس میں تم نے الیگل ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اگر مجھے میرا لیپ ٹاپ نہ ملا تو میں اس گفتگو کو کیسے استعمال کر سکتا ہوں' تمہاری سوچ ہے۔ ایک گھنٹہ۔'' ایک کاغذ کی چٹ اس کی طرف بڑھائی۔ جب وہ نہیں ہلی تو مولیا نے اسے زبردستی اس کے ایپرن کی جیب میں ڈال دیا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ خفگی سے اسے دیکھتی رہی' یہاں تک کہ وہ باہر نکل گیا۔

چند منٹ بعد وہ کچن سے تیز تیز اپنی چیزیں سمیٹتی دکھائی دے رہی تھی۔ اردگرد کھڑے شیف اور ویٹرز بار بار پوچھ رہے تھے۔

''تالیہ کیا ہوا ہے.... کیوں جا رہی ہو؟'' مگر وہ بار بار آنسو رگڑتی سر نفی میں ہلائے جا رہی تھی۔ ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔

کار میں بیٹھتے ہوئے مولیا نے دروازہ زور سے بند کیا اور چند لمحے کھڑکی سے باہر سڑک پہ بہتا رش دیکھتا رہا۔ بے فکر سیاح گھوم رہے تھے۔ کھانوں کی خوشبو۔ بازار کا رش۔ وہ مضطرب سا سارے کو بے دھیانی سے دیکھتا رہا' پھر فون نکال کے کال ملائی۔

''بولو!'' حالم کی کھردری' خشک آواز سنائی دی۔

''میں نے ان تمام ملازموں میں سے تالیہ کو چنا۔ تالیہ مراد کو۔''

''گڈ۔ میں ذرا مصروف ہوں تو....''

''وہ اچھی لڑکی ہے۔ میں نے خواہ مخواہ اسے اتنا ہراساں کیا۔ وہ سچی اور ایماندار ہے۔ وہ کبھی چوری نہیں کرے گی۔ اس نے انکار کر دیا ہے حالم!'' وہ تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

''رقم بڑھا دو۔'' وہاں بے نیازی تھی۔

''تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا؟ وہ ایک ایماندار اور سچی لڑکی ہے۔ سادہ اور معصوم!''

''یہ سب اندر سے ایک سی ہوتی ہیں۔ یہاں کوئی سچا یا ایماندار نہیں ہے مولیا۔ پیسے بڑھا دو' وہ فوراً مان جائے گی۔'' حالم کو جیسے اکتاہٹ ہو رہی تھی۔ مولیا کے لبوں پہ زخمی مسکراہٹ ابھری۔

''یہ تمہارا تجربہ بول رہا ہے کیا؟ کسی لڑکی نے دھوکہ دیا ہے تمہیں' یوں لگتا ہے۔''

جواب میں چند لمحے خاموشی چھا گئی۔ گہری خاموشی۔ پھر حالم کا زوردار قہقہہ گونجا۔ مولیا نے گڑبڑا کے فون کان سے ذرا دور کیا۔

''ارے مولیا.... تمہارا مینٹل کیلبر میرے پاؤں سے بھی نیچے ہے۔ میرے بارے میں اندازے نہ لگاؤ' اپنا لیپ ٹاپ ڈھونڈو۔'' پھر سے ہنسنے کی آواز آئی اور اس نے فون بند کر دیا۔ مولیا بدمزگی سے کچھ بڑبڑایا تھا۔

☆......☆......☆

تنگو کامل کا گھر تین منزلہ تھا۔ خوبصورت اور پرتعیش۔ تالیہ نے دروازہ کھولا تو سنہری وال پیپر سے سجی لابی دکھائی دی جس سے سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ ایک طرف لاؤنج میں کھلتا دروازہ تھا۔ سامنے ایک باوردی ملازم کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کے حیرت سے قریب آیا۔

''تالیہ... تمہارے ڈیوٹی آورز تو ابھی شروع بھی نہیں ہوئے پھر.....؟''

''سر گھر پہ ہیں؟ مجھے ان سے ملنا ہے۔ ابھی۔'' وہ بے چینی سے بولتی آگے آئی تھی۔ ملے طرز کی سیدھی لمبی اسکرٹ اور بلاؤز پہنے' وہ ریستوران سے مختلف لباس میں تھی۔ بال ہیئر بینڈ لگا کے کھول رکھے تھے جو سیاہ تھے اور کندھوں تک آتے تھے۔ سبز آنکھوں میں پریشانی تھی۔

''تالیہ' سر اسٹڈی میں ہیں۔ تمہیں اگر تنخواہ وغیرہ چاہیے تو میم سے بات کرو' مگر وہ بھی کل صبح.....''

''پلیز مجھے ابھی سر سے ملنا ہے۔ صرف پانچ منٹ کے لئے۔'' وہ کہہ کر تیزی سے آگے بڑھی اور سیڑھیاں چڑھتی گئی۔ ملازم آوازیں دیتا رہ گیا اور وہ یہ جا وہ جا' اوپر بھاگ گئی۔

اوپر بھی اسی طرح کی لابی بنی تھی۔ سامنے کھلا سا لاؤنج تھا۔ ایک طرف اسٹڈی کا بند دروازہ۔ تالیہ نے جلدی سے دروازہ کھٹکھٹایا اور دھکیلا۔

اسٹڈی روم میں میز کے پیچھے کرسی پہ ایک ادھیڑ عمر چینی نقوش والے صاحب بیٹھے سامنے کھڑے نوجوان سے کچھ کہہ رہے تھے۔ آہٹ پہ دونوں نے مڑ کے دیکھا۔ تالیہ نے خفت اور پریشانی سے سر دروازے سے نکال کے ان کو دیکھا۔

''سر میں آجاؤں؟''

وہ نوجوان جو تنگو کامل کا پرسنل سیکرٹری تھا' منہ بنا کے منع کرنے والا تھا مگر تنگو کامل نے تکلفاً مسکرا کے اسے اشارہ کیا۔ ''آجاؤ تالیہ'' سیکرٹری چپ ہو گیا۔ تالیہ جھجکتی' نظریں جھکائے اندر داخل ہوئی۔ ان کے عین سامنے آکر اس نے نگاہیں اٹھائیں۔ ''سر مجھے بات کرنی تھی۔'' وہ مسلسل انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

''ہاں بولو' مگر ذرا جلدی۔'' انہوں نے کہنے کے ساتھ گھڑی دیکھی۔

''سر.... میرے ریسٹورانٹ.... ایک آدمی آیا آج۔ اس نے مجھے کہا کہ میں آپ کے گھر چوری کروں۔'' وہ ایک ہی سانس میں تیز تیز بتاتی گئی۔ تنگو کامل چونک کے آگے ہوئے۔ سیکرٹری کا بھی منہ کھل گیا۔ جب تک اس نے بات مکمل کی' وہ دونوں ہر شے بھول چکے تھے۔

''اس نے بتایا وہ کون تھا؟''

''کس کے لئے کام کرتا تھا؟''

''نام کیا تھا؟'' تابڑ توڑ سوالات کی تیز بوچھاڑ سے لڑکی قدرے ہراساں نظر آنے لگی۔ پھر بظاہر ہمت کر کے گردن کڑائی۔

''نام نہیں بتایا اس نے سر' لیکن اتنا ضرور کہا کہ اس کا لیپ ٹاپ آپ کی اسٹڈی میں ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ لوگ

کسی کا لیپ ٹاپ چوری نہیں کر سکتے۔ ہے نا؟'' تائیدی نظروں سے اس نے باری باری دونوں کو دیکھا۔ سیکرٹری نے فوراً مالک کو دیکھا۔

''بالکل بھی نہیں۔ ہم کیوں چرائیں گے؟ بلکہ ہو سکتا ہے وہ تمہارے ہاتھوں میرا کمپیوٹر چوری کروانا چاہتا ہو۔'' تنکو کامل تالیہ کو دیکھ کر پورے وثوق سے بولے تو اس نے تسلی بھری سانس خارج کی۔

''نہیں سر! اس نے مجھے لیپ ٹاپ کی تصاویر بھی دکھائی تھیں۔ وہ آپ کے جیسا نہیں تھا۔ سفید سا تھا۔ اس نے بولا یہیں ہے وہ....'' تالیہ نے ایک طائرانہ نگاہ اطراف پہ ڈالی۔

''تم نے بہت اچھا کیا تالیہ جو مجھے آگاہ کر دیا۔'' وہ توصیفی انداز میں اسے دیکھ کے بولے تھے۔ وہ مسکرا دی۔ سیکرٹری تیزی سے بک شیلف کی طرف گیا اور باری باری دراز کھولنے لگا۔ کتابیں ادھر ادھر پلٹائیں۔

''ہو سکتا ہے کسی نے ہمارے اوپر لیپ ٹاپ پلانٹ کیا ہو' ہمیں اسے فوراً ڈھونڈنا ہو گا۔'' تنکو کامل سوچتے ہوئے بولے تھے۔ سیکرٹری نے سر ہلا دیا۔ وہ تیز تیز چیزیں الٹا پلٹا رہا تھا۔ دفعتاً انہیں تالیہ کا خیال آیا۔

''تم پیسے لے سکتی تھیں' مگر تم نے مجھے کیوں بتایا؟'' اس نے پلکیں اٹھائیں۔

''سر اگر انسان میں وفاداری' سچائی اور ایمان ہی نہ ہو تو وہ کیسا انسان ہوا؟ باقی ساری خوبیاں اور ڈگریاں سب کے پاس ہوتی ہیں۔ مگر سچائی سیکھی نہیں جاتی۔ یہ تو انسان کی گھٹی میں ہوتی ہے۔''

دراز کھولتے' بند کرتے سیکرٹری نے پلٹ کے درزیدہ نظروں سے اسے دیکھا اور اونچا سا بولا۔ ''سر یہ اس کا فرض تھا کہ آپ کو رپورٹ کرتی۔ اگر محترمہ چوری کرتیں تو ظاہر ہے ہمیں پتہ چل جاتا' اور اس آدمی کی بھی گارنٹی نہیں تھی کہ پیسے دے گا یا نہیں۔'' آواز میں جلن تھی۔

تالیہ کا چہرہ بجھ گیا' البتہ تنکو کامل نے ایک ناپسندیدہ نظر سیکرٹری پہ ڈالی۔

''اگر جھوٹ بولنا ڈس کریڈٹ ہے تو سچ بولنے کا کریڈٹ دینے کی بھی عادت ڈالنی چاہیے' منگ۔''

''سر!'' وہ ایک دم بولی تو وہ جو اسے جھڑک رہے تھے' تالیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ''کیا؟'' نرمی سے پوچھا۔

''مجھے یاد آیا' اس کے پاس ایک کاغذ پہ کسی scam انویسٹی گیٹر کا نام لکھا تھا۔'' تالیہ نے آنکھیں بند کر کے یاد کیا۔ ''حالم.... یہی نام تھا اس کا۔'' اس نے اب کے جوش سے تنکو کامل کو دیکھا۔ ''اس نے میری معلومات اسی انویسٹی گیٹر سے لی تھیں۔''

''حالم؟ ہوں۔'' انہوں نے سوچتے ہوئے ہنکارا ابھرا۔ سیکرٹری منگ ہاتھ جھاڑتے ہوئے واپس آیا۔ ''نہیں ملا سر۔ کچھ بھی نہیں ہے یہاں۔''

''تو اس حالم نے کیوں کہا اس آدمی کو کہ اس کا لیپ ٹاپ یہیں ہے؟ اسی نے بتایا ہو گا یقیناً۔'' وہ متفکر نظر آ رہے تھے۔

''میں نے حالم کا نام پہلی دفعہ سنا ہے' لیکن میں اس کی تحقیق ضرور کروں گا۔'' منگ پورے عزم سے کہہ رہا تھا۔ ایک دم تنگو کامل نیچے کو جھکے اور کچھ کھولنے لگے۔ آواز سے یوں لگتا تھا کہ جیسے اسٹڈی ٹیبل کے نچلے خانے میں رکھا کوئی سیف کھول رہے ہوں۔ پھر انہوں نے سیف سے چیزیں نکال نکال کر اوپر رکھنی شروع کیں۔ گن.... کاغذات.... جیولری کے بند ڈبے۔

سیکرٹری نے تالیہ کو فوراً رعب سے کہا۔ ''تم ابھی جاؤ۔'' وہ سر جھکائے مڑنے لگی تو تنگو کامل نے چند مزید چیزیں میز پہ رکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''تم رکو تالیہ۔'' وہ اپنا سیف خالی کر رہے تھے۔ وہ دونوں سیف تو نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن ان چیزوں کو دیکھ سکتے تھے جو وہ میز پہ ڈھیر کر رہے تھے۔ زیورات کے ڈبے۔ فائلز۔ چند چیک بکس۔ اور ایک شیشے کا ڈبہ جو گھڑی کے باکس کے جیسا تھا اور اس میں ایک سنہری سکہ چمک رہا تھا۔ پھر انہوں نے وہ چیزیں واپس ڈالنی شروع کیں۔ سیف بند کرنے کی آواز آئی۔ وہ سیدھے ہونے لگے' پھر جیسے کوئی خیال آیا اور اسٹڈی ٹیبل کا اوپری دراز کھولا۔

اندر سامنے ایک سفید لیپ ٹاپ رکھا تھا۔

تالیہ کا منہ کھل گیا۔ ''یہ یہاں.... واقعی....؟''

''یہ ہم نے نہیں چوری کیا۔ یقین رکھو۔'' انہوں نے گہری سانس لے کر اسے تسلی کروائی۔ اور لیپ ٹاپ سیکرٹری کی طرف بڑھایا۔ ''یہ کسی نے ہمیں پھنسانے کے لئے یہاں رکھا ہے۔ دیکھو اوپر ان کی کمپنی کا لوگو بھی بنا ہے۔ میں جانتا ہوں یہ کس کا ہے۔''

تنگو کامل اور سیکرٹری نے معنی خیز نظروں کا تبادلہ کیا۔

''سر۔ ہمیں پولیس کو کال کرنی چاہیے۔ میں مسز کامل سے کہتی ہوں۔'' وہ جذباتی سی ہو کر دروازے کی طرف لپکی۔

''رکو رکو۔ کیا کر رہی ہو۔ تالیہ۔ اوہو۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تو وہ الجھن سے واپس مڑی۔ ''پولیس کو نہ بلائیں؟''

''نہیں' پہلے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ اس میں ہے کیا۔''

''لیکن سر جب یہ ہماری چیز ہی نہیں ہے تو ہم کیوں دیکھیں اسے؟''

''بھئی اصل مالک کا معلوم کرنے کے لئے دیکھنا تو ہوگا نا۔'' انہوں نے جلدی سے اسے تسلی کروائی پھر سیکرٹری کو اشارہ کیا تو وہ لیپ ٹاپ لے کر دوسری کرسی کھینچے بیٹھ گیا۔ تالیہ گومگوں کیفیت میں کھڑی رہی۔

''تم نیچے جاؤ اور میرے لئے اچھا سا سوپ بنا کر لاؤ' پھر میں بتاتا ہوں کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔'' تالیہ نے بجھے چہرے کے ساتھ سر ہلا دیا اور باہر نکل گئی۔ آدھے گھنٹے بعد وہ سوپ کی ٹرے لئے اسٹڈی میں داخل ہوئی تو وہ دونوں تیار سے بیٹھے تھے۔ لیپ ٹاپ

شاپنگ بیگ میں ڈال رکھا تھا۔تالیہ نے ادب سے سوپ ان کے سامنے سجایا۔

''تم نے کہا' اس نے تمہیں اپنا نمبر دیا تھا' ہے نا؟''

''جی سر۔میرے ایپرن میں رکھا ہے۔''

''تم اس کو کال کر کے سوپ پارلر بلاؤ اور یہ اس کو دے دو۔ہم نے چیک کر لیا ہے' یہ اسی کا ہوگا۔کسی سازش کے تحت کسی نے اسے ہم پہ پلانٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔پولیس ہماری بات مانے گی نہیں۔اس لئے چپ چاپ اسے واپس کر دو۔''

تالیہ نے غیر آرام دہ سی ہو کر ان دونوں کو دیکھا۔''مگر سر.... یہ یہاں آیا کیسے ہے؟ اور میں کس طرح؟....وہ تو سمجھے گا میں نے چوری کی ہے۔''

''تو سمجھنے دونا۔اور وہ جو پیسے دے وہ رکھ لینا۔تمہارے کام آئیں گے۔''

''میں پیسے نہیں رکھوں گی۔'' وہ بدک گئی۔

''رکھ لینا تالیہ' ورنہ وہ سمجھے گا کہ تمہیں ہم نے بھیجا ہے۔اس کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم اس میں انوالوڈ ہیں۔ٹھیک ہے؟'' سیکرٹری اب خوشامدی انداز میں سمجھا رہا تھا۔تالیہ کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

''میں اس کو چور لگوں گی' سر۔تالیہ چور نہیں ہے۔''

''ہم جانتے ہیں یہ بات تالیہ۔اور ہم تمہیں اس کام کی اجازت دے رہے ہیں اس لئے دل سے کسی بھی گلٹ کو نکال کر یہ اسے واپس کر دو۔یہ تمہارے مالک کا حکم ہے۔ٹھیک ہے؟''

تالیہ نے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں رگڑیں اور سر اثبات میں ہلایا۔

''اور یہ تمہارا انعام ہے۔'' انہوں نے نوٹوں کی ایک گڈی اس کی طرف بڑھائی۔جسے سیکرٹری منگ نے ناپسندیدگی سے دیکھا تھا۔تالیہ نے جیسے بے دلی سے وہ نوٹ اٹھائے تھے۔

جب وہ لیپ ٹاپ لے کر باہر نکلی تو پیچھے سے تنگو کامل نے سیکرٹری کو سنجیدگی سے مخاطب کر کے کہا۔''اس بے وقوف پہ نظر رکھنا۔کہیں اس کو سچ نہ بتا دے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے سر۔لیکن اگر آپ مجھے کچھ وقت دیتے تو میں اس لیپ ٹاپ کو keylog بھی کروا دیتا۔یہ ہمارے حریف کا لیپ ٹاپ ہے۔وہ جو بھی کام اس پہ کرتا ہم اس کو دیکھ سکتے اور.....''

''فائلز کاپی کر لیں ہم نے' یہی بہت ہے۔اور ہاں پتہ لگاؤ یہ یہاں آیا کیسے؟'' ان دونوں کی آوازیں مدھم سرگوشیوں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔

''مگر سر انعام کے طور پہ تالیہ کو اتنی خطیر رقم دینا غلط نہیں ہوگا؟'' وہ ذرا جذباتی ہو کے بولا۔

''زیادہ بک بک نہ کرو۔ جو چیز اس کے توسط سے ملی ہے ہمیں' اس کی قیمت لاکھوں کروڑوں میں ہے۔'' وہ اسے ڈپٹ رہے تھے۔

اور تالیہ سر جھکائے' لیپ ٹاپ سینے سے لگائے سیڑھیاں اتر رہی تھی ایسے کہ اسے بار بار گالوں پہ آئی نمی کو رگڑنا پڑ رہا تھا۔

☆......☆......☆

سوپ پارلر پہ معمول کا رش تھا۔ مغرب اتر چکی تھی باہر برآمدے میں لگی کرسیوں پہ بھی مہمان بیٹھے کھا پی رہے تھے۔ سارے بازار میں رونق میلہ سا لگا تھا۔ ایسے میں سڑک کنارے ایک میز پہ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی' اور گود میں شاپنگ بیگ میں رکھا لیپ ٹاپ پڑا تھا۔ دفعتاً دوڑتے قدموں کی آواز آئی' پھر سامنے والی کرسی کھینچ کے کوئی بیٹھا۔ تالیہ نے گلابی متورم آنکھیں اٹھائیں۔ وہ خوشی سے تمتماتے چہرے والا مولیا تھا۔

''مجھے پتہ تھا.... مجھے پتہ تھا تم اچھی لڑکی ہو' میرا کام کر دو گی۔ لیپ ٹاپ لائی ہو؟'' اس کی آنکھوں میں ڈر' خوف اور فتح کے ملے جلے تاثرات تھے۔ تالیہ نے اثبات میں سر اوپر نیچے ہلایا۔

''اوکے.... مگر ہاں.... پہلے تمہارے پیسے۔'' اس نے جلدی سے جیب سے ایک پھولا ہوا لفافہ نکالا۔ ''گن لو۔''

تالیہ نے ایک خاموش نظر اس پہ ڈالی' پھر لفافہ اٹھا کر گود میں رکھ لیا اور لیپ ٹاپ میز پہ۔ مولیا نے بے قراری سے لیپ ٹاپ اٹھایا اور کھول کے دیکھا۔ سکون سا اس کے چہرے پہ پھیلنے لگا۔ ''یہ ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک۔ تھینک یو تالیہ۔''

وہ خاموشی سے اٹھ گئی۔ دور کھڑی کار میں سے ان پہ نظر رکھتے سیکرٹری منگ نے بھی تشفی بھرا ایک میسج اپنے باس کو لکھا۔

''بے فکر رہیں۔ تالیہ نے اسے کچھ نہیں بتایا۔''

''سوری تالیہ.... میں نے تمہیں اتنا پریشان کیا۔'' پریشانی کی دھند چھٹی تو مولیا نے افسوس سے کہنا چاہا۔ مگر تالیہ مراد نے ہاتھ جھلا کے اسے جانے کا اشارہ کیا' اور خود بیگ میں رقم ڈالتی' چہرے پہ ناگواری' بے بسی اور غصہ لئے سوپ پارلر کی طرف بڑھ گئی۔

''خیر....'' مولیا نے لیپ ٹاپ اٹھاتے ہوئے پیچھے سے بلند سا کہا۔ ''میرے دوست نے ٹھیک کہا تھا' رقم بڑھا دو تو تم سب ایک سی ہوتی ہو۔ یہاں کوئی سچا اور ایماندار نہیں ہے۔''

وہ آگے بڑھتے بڑھتے رکی اور پلٹ کے چبھتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا' لیکن لب سختی سے بند رکھے اور پھر مڑ گئی۔

رات پھیل رہی تھی۔ مولیا کا دن بالآخر کامیابی لے آیا تھا۔ سیکرٹری منگ نے کار آگے بڑھا دی اور مولیا اپنی کار کی طرف چلا گیا۔ ان دونوں کو اور ان کے باسز کو مطلوبہ چیز مل گئی تھی' اور وہ سب مطمئن تھے۔

ایسے میں تالیہ مراد سوپ پارلر میں آئی' اپنا استعفیٰ لکھ کر کاؤنٹر پہ جمع کرایا' اور اسی خاموشی سے وہاں سے نکل گئی اس سے پہلے کہ

کوئی اس کو روک کے وجہ پوچھ لے۔

بیگ میں دو مختلف نوٹوں کی گڈیاں اٹھائے وہ بس اسٹاپ تک آ گئی۔ قریباً آدھے گھنٹے بعد بس اس کو کے ایل کے مختلف مقامات' سڑکوں اور گلیوں سے گزارتی ایک شاہانہ طرز کے علاقے میں لے آئی۔ وہ اسٹاپ سے اتری' اور بیگ سنبھالتی ہوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ایک کالونی میں آگے بڑھتی گئی۔

چند منٹ کی واک کے بعد وہ بالآخر ایک گیٹ کے سامنے رکی۔ گیٹ کھلا تھا۔ تالیہ نے اندر قدم رکھا۔ سامنے رات کی تاریکی میں لیمپ پوسٹس سے جگمگاتا لان دکھائی دے رہا تھا۔ خوبصورت نفیس' تراشیدہ سا لان اور اس کے اختتام پہ اونچا سا کھڑا بنگلہ۔ وہ بیگ کندھے پہ ڈالے آگے چلتی آئی' چلتی آئی.... یہاں تک کہ برآمدے کی سیڑھیاں عبور کر کے اونچے داخلی دروازے تک جا رکی۔ پھر بیل بجائی اور بند مٹھی سے دھپ دھپ دستک دی۔

بھاری قدموں کی آواز آئی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ تالیہ نے نظریں اٹھائیں۔ سامنے بھاری بھرکم جثّے والی سیاہ رنگت کی عورت کھڑی تھی۔ عمر کافی زیادہ تھی۔ پچاس پچپن کے لگ بھگ۔ بال موٹی موٹی گھنگریالی لٹوں کی صورت کندھوں تک آتے تھے' اور اس نے کھلے سے کپڑے پہن رکھے تھے۔ چوکھٹ پہ بازو جمائے' اس نے خشمگیں نگاہوں سے سامنے کھڑی ویٹرس کے یونیفارم والی لڑکی کو دیکھا اور استفہامیہ ابرو اٹھائی۔ ''ہوں؟''

تالیہ نے نظریں جھکا دیں اور رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''آج تالیہ نے اپنا سب کچھ کھو دیا۔ اپنا وقار' اپنا ایمان' اپنی سچائی' اپنی عزت.... میں نے ہر شے کو بیچ ڈالا۔ میں نے..... تالیہ مراد نے اپنے ضمیر کا سودا کر لیا۔''

سیاہ موٹی عورت نے سر سے پیر تک اسے دیکھا اور بنا کوئی اثر لئے سنجیدگی سے بولی۔ ''کتنے میں؟''

تالیہ کی پلکیں ہنوز جھکی تھیں۔ اس سوال پہ چند لمحے وہ نہیں ہلی' پھر ایک دم پلکیں اٹھائیں تو ان میں آنسو غائب تھے اور لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔

''سات لاکھ میں۔'' وہ چہکی اور دونوں ایک دم ہنس پڑیں۔

''اب سامنے کھڑی رہو گی یا مجھے میرے گھر میں داخل بھی ہونے دو گی؟'' وہ ایک دم مصنوعی خفگی سے بولی تو فربہ عورت مسکرا کے سامنے سے ہٹی اور ہاتھ پھیلا کے اشارہ کیا۔

''ویلکم ہوم' تالیہ۔ یا شاید مجھے کہنا چاہیے.... ویلکم ہوم' حالم!'' تالیہ نے مسکرا کے بیگ اس کے بازوؤں میں تقریباً پھینکا اور مانوسیت بھری شان سے اندر داخل ہو گئی۔

اندر خوبصورت سالاؤنج تھا جس کے آگے اوپن کچن تھا۔ وہ پھولوں' پینٹنگز اور اونچے وال مورالز سے سجا ایک اعلیٰ درجے کا گھر لگتا تھا۔

''کیسا رہا Scam (فراڈ؟) بے بی گرل؟'' سیاہ فام عورت بیگ اٹھائے اس کے پیچھے آئی تو وہ لاؤنج کے وسط میں کھڑی ایڑیوں پہ چاروں طرف گھومتی' مسکرا مسکرا کے اپنا گھر دیکھ رہی تھی۔ اس سوال پہ مڑ کے اسے دیکھا اور کھلکھلا کے ہنس دی۔

''پرفیکٹ۔ تین تین دفعہ پیمنٹ وصول کی ہے۔ ایک دفعہ اس بے وقوف مولیا سے حالم بن کے۔ ایک دفعہ تالیہ بن کے۔ اور ایک دفعہ اپنے کھڑوس باس سے ایمانداری کے انعام کے طور پہ۔ لیکن میں بتا رہی ہوں' آج کے بعد میں نے اس مولیا کے ساتھ کام نہیں کرنا۔'' وہ حتمی لہجے میں کہتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ آنکھوں میں جیسے کچھ یاد آنے پہ غصہ در آیا۔

عورت نے کمر پہ ہاتھ رکھ لئے اور آنکھوں میں حیرت لئے اسے دیکھا۔

''مولیا تو اتنا اچھا کلائنٹ ہے۔ اس کو تین دفعہ لوٹ چکے ہیں ہم۔ بے چارہ سب کی طرح تمہیں یعنی حالم کو Scam انویسٹی گیٹر سمجھتا ہے۔ حالانکہ ہم کے ایل کے سب سے بڑے Scam Artists (چور' فراڈ) ہیں۔''

''اور اسی لئے ہم ایسا کلائنٹ افورڈ نہیں کر سکتے جو میرا نام کاغذ پہ لکھ لکھ کے ہر جگہ گھومتا رہے۔ اف۔'' اس نے جھرجھری لے کر فریج کھولا اور ایک سیب نکالا' پھر اس میں دانت گاڑتے ہوئے واپس مڑی۔ اب وہ سوپ پارلر والی سادہ لڑکی سے بہت مختلف نظر آ رہی تھی۔ آنکھوں میں ایک شاہانہ سی چمک تھی' کندھے اعتماد سے سیدھے تھے اور پیشانی پہ خفا سے بل پڑے تھے۔

''مذاق میں اس گدھے کو کہہ دیا میں نے کہ کاغذ پہ لکھے' حالم کے ایل کا بہترین اسکام انویسٹی گیٹر ہے۔ وہ تو سچ مچ لکھ کر کاغذ ساتھ میں لئے گھوم رہا تھا۔ اس کو آج ہی کلائنٹ لسٹ سے خارج کرو۔''

''اوہ اچھا!'' فربہی عورت نے گہری سانس لی۔ وہ ابھی تک کمر پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ ''مجھے لگا اسے ہماری اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔''

''کیسے ہو سکتی ہے یار؟'' وہ ہتھیلیوں کے بل کاؤنٹر ٹاپ پہ چڑھی اور پیر لٹکا کے بیٹھ گئی' پھر سیب میں دانت گاڑتے ہوئے بے نیازی سے مسکرا کے بولی۔ ''ہم ڈارک انٹرنیٹ سے آپریٹ کرتے ہیں۔ ہماری لوکیشن کوئی نہیں جانتا۔ اور پھر سب سمجھتے ہیں کہ حالم ایک آدمی ہے کیونکہ میں encrypted فون سے کال کرتی ہوں ہمیشہ' مردانہ آواز میں۔ سب یہی جانتے ہیں کہ میں ایک اسکیم انویسٹی گیٹر ہوں اور ہمارا ہر کلائنٹ آگے یہی بتاتا ہے کہ میں ساتھ میں مغرور اور بدتمیز بھی ہوں۔'' وہ سیب کھاتے ہوئے ہنس دی۔ ''مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ نہ میں کوئی انویسٹی گیٹر ہوں نہ ہی کوئی مرد۔ میں اور تم.... ہم تو چور ہیں' چور۔ پہلے مسئلہ پیدا کرتے ہیں' پھر اسے حل کر کے پیسے لیتے ہیں۔ جیسے پہلے مولیا کے باس کا لیپ ٹاپ چرا کے تنگو کامل کے گھر رکھا' پھر تینوں جگہوں سے پیسے کمائے' ہاں لیکن اس طرح مولیا کسی

مخالف کی نوکرانی کے سامنے حالم کے نام کا کاغذ رکھ دے' ہرگز نہیں۔اس لئے آج سے مولیا کلائنٹ لسٹ سے آؤٹ ہو گیا۔''

فربہیہ عورت نے افسوس سے گہری سانس کھینچی۔''ویسے تو میرا ذاتی خیال ہے کہ مولیا جیسے ناکارہ آدمی کو ہر اس درخت سے معافی مانگنی چاہیے جو اس کے لئے دن رات آکسیجن پیدا کرتا ہے' لیکن اس کو کلائنٹ لسٹ سے خارج کر کے مجھے افسوس ہو گا۔ایک کلائنٹ کم ہو گیا۔''

''اونہوں۔ڈونٹ وری!'' تالیہ نے ہاتھ جھلا کے بے فکری سے کہا۔''میں نے تنگو کامل کے سامنے حالم کا نام لے لیا ہے۔مستقبل میں ہم ان کے لئے ایسا مسئلہ کری ایٹ کریں گے جس کو حل کرنے کے لئے وہ لازماً حالم کے پاس آئیں گے۔پتہ ہے بہترین اسکام (فراڈ) کیا ہوتا ہے؟ جس میں ان مالدار لوگوں کو لگے کہ سب کچھ انہوں نے خود اپنی مرضی سے کیا ہے' سارا آئیڈیا انہی کا تو تھا۔جیسے آج تالیہ بیچاری کی تو مرضی ہی نہیں تھی' مگر دونوں اطراف نے اسے مجبور کر دیا اتنے سارے پیسے کمانے پہ۔'' وہ یاد کر کے پھر سے ہنسی' اور سیب کو دوسری سمت سے دانت سے کاٹنے لگی۔کاؤنٹر پہ وہ آلتی پالتی کیے بیٹھی بے فکر اور خوش باش نظر آتی تھی۔

''سوپ پارلر چھوڑ آئی ہو نا؟'' موٹی عورت نے بیگ اٹھا کے میز پہ رکھا اور پھر سنجیدگی سے پوچھا۔

''ہاں.....وہاں کچھ چرایا جو نہیں تھا۔اب تو اداکاری کر کر کے تنگ آگئی تھی۔آج تو اپنے فرضی بھائی کو فوجی بنا دیا میں نے حالانکہ جو کہانی میں نے تالیہ کی لکھی تھی اس میں وہ نرس تھا۔لیکن پتہ ہے کیا.....'' وہ چھت کو دیکھتے ہوئے اداسی سے مسکرائی۔

''اس کردار کا نام ان تین ماہ کے لئے میں نے تالیہ مراد ہی رکھ لیا تھا۔اپنا اصل نام۔اچھا لگتا تھا اپنے نام کے ساتھ ایماندار' سچی کے القابات سننا۔مگر ان بے چاروں کو کیا معلوم کہ میں ایک کرمنل' جھوٹی' چور اور دھوکے باز ہوں۔'' اس نے نگاہیں نیچے کیں اور اپنی دوست کی موٹی سیاہ آنکھوں میں دیکھا۔اس نے خفگی سے بھنویں بھینچیں۔

''تم ناخوش ہو اس حال میں کیا' تالیہ؟''

''ہرگز نہیں۔'' وہ بے فکری سے ہنس دی اور شانے اچکائے۔''ابھی تو ہم نے بہت سی چوریاں اور scams ایک ساتھ کرنے ہیں۔ابھی تو ہمیں بہت بہت امیر ہونا ہے۔میں نے کسی جزیرے پہ ایک محل خریدنا ہے.....جہاں میں ساری عمر عیش سے رہوں۔ ہماری ہر ''جاب'' ہمیں منزل سے قریب کرتی ہے۔ہمارے خوابوں کی منزل سے۔اور آج کی رات سیلبریشن کی رات ہے۔تم کھانا بناؤ' میں فریش ہو کے آتی ہوں۔'' سیب کا درمیانی حصہ بچا کے اس نے ٹوکری میں اچھالا اور کاؤنٹر سے نیچے زمین پہ اتری۔پھر خیال آنے پہ پوچھا۔

''سی فوڈ کیوں نہیں بنا لیتیں تم آج؟ آخر اتنے دن تم نے میرے گھر کا خیال رکھا ہے' آج کیلیریز کی پرواہ کیے بغیر میں خوب کھانا چاہتی ہوں۔'' وہ واقعتاً خوش لگتی تھی۔

''اوہ تالیہ!'' موٹی عورت نے افسوس سے اسے دیکھا اور دھپ سے صوفے پہ گر گئی۔''کیا تم نے کبھی ان جانوروں' ان

مچھلیوں اوران جھینگوں کی تکلیف کا احساس کیا ہے جن کو تم جیسے انسان ان کے خاندانوں سے چھین کر' انہیں ذبح کر کے اپنے فریج میں چھپا لیتے ہو؟ کیا تم نے کبھی ان کے لاشوں کی کرب بھری پکار سنی ہے جو چاہتے ہیں کہ ان کو جلد از جلد فنا کیا جائے؟''

''نہیں لیکن تم شاید پچھلے اتنے دن میرے گھر میں یہی کرتی رہی ہو' ہے نا؟''

تالیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی' چہرے پہ غصہ در آیا۔ جارحانہ انداز میں آگے بڑھی اور فریزر کا دروازہ کھولا۔ صاف ستھرا تقریباً خالی فریزر....

''اف!'' وہ غصے اور درد سے چلاتی واپس مڑی۔ ''تم میرا سارا راشن کھا گئیں؟''

موٹی عورت چہرے پہ سادگی سجائے ٹانگوں کی قینچی بنائے صوفے پہ بیٹھی اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''گو کہ تمہاری یہ ناشکری میری طبیعت پہ گراں گزر رہی ہے' لیکن میں تمہیں اس کے لئے معاف کر دوں گی۔ میں اس مرغی کی طرح ہوں جو ہمیشہ تمہارا خیال رکھے گی' اور تمہیں تمام جانوروں کی بددعاؤں سے بچانے کے لئے اپنے پروں میں چھپا کے رکھے گی۔''

تالیہ نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔ ''اتنی کالی برائلر مرغی پہلی دفعہ دیکھی ہے میں نے۔ ہونہہ!'' اور پیر پٹختی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ ''ناشکری لڑکی۔'' وہ اس کے پیچھے تاسف بھری سانس کھینچ کر رہ گئی۔

☆......☆......☆

رات چند ساعتیں مزید آگے سرکی۔ تاریکی بڑھی۔ داغدار چاند کے آگے سے سارے بادل چھٹ گئے اور وہ حالم کے گھر کی کھڑکیوں سے صاف نظر آنے لگا۔ اپنے سارے عیوب' کالک اور چمک کے ساتھ.....عیاں اور واضح.....

لونگ روم میں اب اشتہا انگیز خوشبو پھیلی تھی۔ اوپن کچن جو سلور اور سیاہ رنگ میں آراستہ کیا گیا تھا' اس وقت کسی ریستوران کی طرح سجا نظر آتا تھا۔ مدھم زرد بتیاں جلی تھیں۔ میز پہ موم بتیاں روشن تھیں۔ وہ فربہ عورت' اپنے کھلے جھولے نما لباس کو سنبھالتی' کچن کے وسط میں رکھی مستطیل میز پہ برتن لگا رہی تھی....جس پہ مختلف رنگوں اور شکلوں کے پکوان چن دیے گئے تھے۔ اس کا نام لیا نہ تھا مگر تالیہ اس کو ''داتن'' Datin کہتی تھی۔ (مالے اپنی دادی کو تعظیماً داتن کہہ کے مخاطب کرتے ہیں۔)

دفعتاً سیڑھیوں پہ آہٹ ہوئی تو اس نے چمچ کانٹے سجاتے گردن اٹھا کے دیکھا۔

تالیہ سیڑھیاں اترتی چلی آ رہی تھی۔ کندھوں تک آتے سیاہ سیدھے بال گیلے تھے اور چہرہ دھلا دھلایا' نکھرا ہوا تھا۔ آنکھوں کے سبز لینز اتار کے پھینک دیے تھے تبھی وہ سیاہ نظر آ رہی تھیں۔ وہ شب خوابی کے لباس کے طور پہ پہنے جانے والی رف ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھی مگر ریلنگ پہ ہاتھ رکھ کے' گردن اٹھائے' کندھے سیدھے رکھے' نیچے اترنے کا انداز شاہانہ تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پہ تالیہ مراد رکی۔ آنکھیں بند کیں اور چھوٹی سی ناک سے سانس اندر کھینچی۔ پھر آنکھیں کھول کے مسکرا دی۔

''میرا فیورٹ سی فوڈ اور سوشی!! ہے نا؟''

''ہاں۔ یہ سب میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔'' داتن نے کسی شیف کی طرح سینے پہ ہاتھ رکھے' گردن جھکا کے کہا۔

تالیہ رکی۔ آنکھوں میں ستائش ابھری۔ ''واقعی؟''

''ظاہر ہے' نہیں۔ تمہارے پسندیدہ ریستوران سے آرڈر کیا ہے۔'' داتن نے بھنویں اچکا کے شان بے نیازی سے کہا اور کرسی پہ بیٹھ گئی۔

تالیہ ہنس دی۔ ''تم بھی نا۔'' سر جھٹکتے ہوئے اس نے دوسری کرسی کھینچی۔ اب وہ دونوں مدھم روشنیوں میں.... موم بتیوں سے سجی میز پہ آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔

''اب تنکو کامل کے Scam سے Exit ہونے کا وقت آ گیا ہے تالیہ۔ آخری اسٹیپ کب کرنا ہے؟'' داتن نے کھانا نکالتے ہوئے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہر اچھے اسکام کا سب سے اچھا اصول یاد ہے' داتن؟ ہر اسٹیپ ایسا ہونا چاہیے کہ وہ سامنے والے کو اپنا آئیڈیا معلوم ہو۔'' وہ چاول پلیٹ میں نکالتے ہوئے سمجھداری سے کہہ رہی تھی۔ گیلے بال چہرے کے دونوں اطراف سیدھے گر رہے تھے اور پانی کے چند قطرے گالوں پہ پڑے تھے۔ نظریں کھانے پہ جھکی تھیں۔

''اسٹیپ ون۔ مجھے لیپ ٹاپ کو تلاش کروانے کے بہانے تنکو کامل سے اپنی موجودگی میں لاکر کھلوانا تھا تاکہ میں اس کا کامبینیشن دیکھ سکوں۔ یونو' وہ UL کلاس 360 کا سیف ہے' اور اس کو کھولنے میں بہت وقت لگنا تھا لیکن خوش قسمتی سے اس نے میرے سامنے لاکر کھولا اور میں نے اس کا کامبینیشن معلوم کر لیا۔''

''اس نے تمہیں کوڈ دیکھنے دیا؟'' سوال پہ تالیہ نے چمکتی نگاہیں اٹھائیں۔ اور مسکرائی۔ ''نہیں میں اس کے سامنے کھڑی تھی' وہاں سے لاکر نہیں نظر آتا تھا لیکن اس کے پیچھے بک ریک کے گلاس ڈور میں عکس دکھائی دے رہا تھا۔'' وہ کہہ کے خود ہی ہنس دی۔ پھر یاد آیا۔ ''مسز کامل کی تمام جیولری کی میں نے تصاویر تمہیں دی تھیں' تم نے ان کی نقل تیار کر لی؟''

'' کیسے نہ کرتی؟ ایک تصویر ایک ہزار الفاظ پہ بھاری ہوتی ہے' اور وہ زیورات تصاویر میں ہی مجھ سے درخواست کر رہے تھے کہ میں ان کو اپنی ملکیت میں لے لوں۔'' داتن چاولوں کا چمچ بھر بھر کے کھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''اچھا میں بتانا بھول گئی۔ اس میں جو تیارا (تاج) تھا نا' اس کو ہم نے نہیں چرانا۔ وہ مسز کامل کی والدہ کی نشانی ہے' اور اس کے کھو جانے پہ ان کا دل دکھے گا۔''

''مگر تالیہ وہ اچھا خاصا مہنگا ہو گا یار۔''

Honour among thieves, Datin !"''

اس نے اسٹکس کی مدد سے مچھلی کا ٹکڑا اٹھاتے ہوئے یاد دہانی کروائی۔ داتن نے افسوس سے کندھے اچکا دیے۔

''اگلا اسٹیپ۔'' وہ واپس پلان تک آئی۔''اتوار کی رات تنگو کامل کے گھر کوئی خاص مہمان آ رہے ہیں۔ میں تقریب سے پہلے سیکیورٹی کیمراز ڈس ایبل کردوں گی اور موقعے کا فائدہ اٹھا کے تمام نقلی جیولری کو ان کے سیف میں ڈال دوں گی اور اصل نکال لوں گی۔ پھر اسی وقت میں کسی مہمان کے ساتھ بدتمیزی کروں گی یا کوئی احمقانہ حرکت جس کے اوپر مجھے نوکری سے جواب دے دیا جائے گا۔ یوں ایسا لگے گا کہ انہوں نے اپنی مرضی سے مجھے نکالا ہے۔ اور چند ماہ تو لگیں گے ان کو اندازہ کرنے میں کہ جو جیولری وہ پہن رہی ہیں وہ نقلی ہے، تب تک میرا نام و نشان بھی وہ لوگ بھلا چکے ہوں گے۔''

''میری forgeries اتنی جلدی نہیں پکڑی جاتیں تالیہ۔ یاد ہے وہ انڈونیشئن ایکسپورٹر جس کی گھڑی چرائی تھی ہم نے؟ اس نے پورے سال بعد جا کر تھانے میں درخواست دی تھی، وہ بھی سنار کے خلاف کہ اس نے مجھے گھڑی ہی نقلی بنا کے دی ہے۔''

اور وہ دونوں ہنس پڑیں۔ دفعتاً داتن کی مسکراہٹ مدھم ہوئی اور اس نے محویت سے اسے دیکھا جو ہنستے ہوئے کھانے پہ پھر سے چہرہ جھکا گئی تھی۔

''تم خود سے محبت کرتی ہو تالیہ؟''

تالیہ نے روشن آنکھیں اٹھائیں اور مسکرا کے داتن کو دیکھا۔''سب سے زیادہ۔''

''مگر تم اپنی عزت نہیں کرتی۔''

تالیہ کی مسکان مدھم ہوئی۔ آنکھوں میں سایہ سا لہرایا۔

''میں ایک Scam آرٹسٹ ہوں داتن۔ اسکام آرٹسٹ۔ یہ ساری دولت میں نے لوگوں کو دھوکہ دے کر..... ان کو لوٹ کر کمائی ہے۔ میں اپنے آپ کو جانتی ہوں۔''

''تم کبھی کسی کو ہرٹ نہیں کرتیں۔ تم لوگوں کا دل نہیں دکھاتیں۔ کسی کو جسمانی ایذا نہیں پہنچائی۔ ہم صرف میوزیمز اور امیر و کبیر دولتمندوں کو لوٹتے ہیں.... اور پھر ہم وہ ساری دولت غریبوں کو دے دیتے ہیں۔''

''ہیں؟ کون سے غریب؟'' تالیہ حیران ہوئی۔

''لو۔ ہم دونوں سے زیادہ غریب کون ہوگا سارے شہر میں۔ ہم خود پہ خرچ کریں تو مطلب یہی ہوا نا کہ غریبوں پہ خرچ کی دولت۔''

تالیہ زور سے ہنس دی۔''تم داتن کبھی نہیں بدلو گی۔ مگر میں تمہاری طرح اپنے کام کو جسٹیفائی نہیں کرتی، لیکن مجھے یہ کام بہت

پسند ہے۔اور میں اس زندگی سے بہت خوش ہوں۔'' کہہ کر اس نے گلاس اٹھایا تو داتن نے مسکرا کے اپنا گلاس اس سے ٹکرایا۔

''گڈ گرل!'' پھر اس کا شفاف چہرہ دیکھتے ہوئے وہ گویا ہوئی۔

''سات سال گزر گئے تالیہ....سات سال پہلے ہم پہلی دفعہ ملے تھے'یاد ہے؟'' اس پہ وہ اداسی سے مسکرائی۔

''ہاں۔اس سے پہلے میں کتنی مختلف زندگی گزار رہی تھی ۔لاہور میں اپنے پیرنٹس.....اپنے فوسٹر پیرنٹس کے ساتھ۔'' وہ موم بتیوں کو دیکھ کے آہستہ سے بولی۔میز پہ چنے کھانوں سے اڑتی بھاپ اور موم بتیوں کے شعلوں میں بہت سی یادیں گڈ مڈ ہونے لگی تھیں۔

''تمہیں اپنے اصلی ماں باپ یاد نہیں؟''

''نہیں۔میری پہلی میموری گیارہ سال کی عمر کی ہے...آج سے سترہ سال پہلے ....جب میں گیارہ سال کی تھی....میں کسی راہداری میں چل رہی تھی....'' اس نے آنکھیں بند کیں۔''چرچ کے ڈیسک....میں ان کے درمیان میں سے گزر رہی تھی ....میرا منہ میلا تھا...لباس پھٹا پرانا تھا....سینٹ پال چرچ....ملاکہ....(یہ شہر کوالالمپور سے ذرا فاصلے پہ واقع ہے۔)'' اس نے آنکھیں کھولیں۔''وہیں پہ میں پہلی دفعہ اسٹیٹ اتھارٹیز کو ملی تھی۔انہوں نے مجھے یتیم خانے میں ڈال دیا' اور وہاں سے ایک کشمیری جوڑا مجھے ایڈاپٹ کر کے لے گیا۔ سب کہتے ہیں کہ میرے بارے میں کبھی کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا۔کون ہوں' کہاں سے آئی ہوں' کوئی ریکارڈ نہیں' کوئی نام نہیں۔''

''تمہارا نام کس نے رکھا تھا؟''

''یتیم خانے کی منتظم کہتی ہیں کہ میں نے ان کو اپنا نام تالیہ بتایا تھا۔تالیہ بنت مراد۔ میرا لباس دیہاتی تھا' اور گندا میلا۔بس یہ ایک نشان تھا میری گردن پہ۔'' اس نے انگلیوں سے گدی (گردن کے پچھلے حصے) سے نیچے چھوا۔''گول سا نشان جیسے کسی نے آگ سے داغا ہو۔جیسے کوئی ٹیٹو ہو۔کوئی مہر ہو۔شاید کوئی حادثہ ہوا تھا میرے ساتھ جو میں ہر شے بھول چکی تھی۔'' وہ عام سے انداز میں بتا رہی تھی۔

''تمہیں کوئی لینے بھی نہیں آیا؟''

''اونہوں۔'' اس نے چاول کھاتے ہوئے گردن دائیں بائیں ہلائی۔''اس علاقے میں دور دور تک کسی کا بچہ نہیں کھویا تھا۔کسی نے مجھے Claim ہی نہیں کیا۔''

''لیکن تمہارے فوسٹر پیرنٹس تو بہت برے نکلے۔'' داتن ناپسندیدگی سے بولی تھی۔تالیہ کے لبوں پہ اداس مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ہاں انہوں نے مجھے ایڈاپٹ تو کر لیا کیونکہ یہاں جاب تھی ان کی اور ان کو ایک نوکرانی چاہیے تھی' لیکن یہاں پھر بھی وہ بہتر تھے۔پاکستان جا کر انہوں نے مجھے واقعتاً ملازمہ بنا لیا۔اگر بچپن سے مجھے پیسوں اور کھانے کے لئے چھوٹی چھوٹی چوریاں اور بڑے بڑے جھوٹ نہ بولنے پڑتے تو میں شاید ایسی کبھی نہ ہوتی۔''

''چلو' کم از کم یہاں آ کر ان کی نوکری سے تو جان چھوٹی تمہاری۔''

''وہ بھی اس لیے کہ میں ان کی بیٹیوں کے رشتے کی راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے میرج بیورو سے جو پہلا رشتہ ملا' مجھے نپٹا دیا۔ مگر میں بھی خوش تھی داتن کیونکہ رشتہ ملائیشیا کا تھا۔ یونو.... جان چھوٹ جاتی اس فیملی سے۔ خوش شکل لڑکا تھا.... اتنا امیر... اسکائپ پہ نکاح ہوا.... میں کتنی بے وقوف تھی نا۔'' وہ پھر سے ہنسی.... ''مجھے لگتا تھا یہاں آ کر میں خوش ہو جاؤں گی کیونکہ یہ میرا ملک ہے۔ ٹھیک ہے مجھے اپنا آپ لاہوری لگتا رہا ہے ہمیشہ مگر میری اصل قوم تو مالے تھی نا۔ اور انہی خوابوں کے ساتھ میں یہاں آئی تھی۔ لیکن ایئر پورٹ پہ....'' اس کی آنکھوں میں تکلیف سی لہرائی۔ کانٹا پلیٹ میں گرا دیا۔ داتن خاموشی اور اداسی سے بہت دفعہ کی سنی ہوئی کہانی سننے لگی۔

''ائیر پورٹ پہ اترتے ہوئے پہلی دفعہ میں نے پہلا وژن دیکھا تھا۔ جاگتی آنکھوں سے پہلا خواب۔ جیسے ایک دم آنکھوں کے سامنے منظر بدل جائے اور ایک منظر سا چلنے لگے۔ مجھے وہ وقت کبھی نہیں بھولتا.... میں نے دیکھا کہ میں ایک بھاری تھیلا کندھے پہ اٹھائے کانٹوں پہ چلتی جا رہی ہوں جس میں سے سونے کی اشرفیاں جھلک رہی ہیں۔ بس لمحے بھر کا منظر تھا اور غائب۔ وہ مجھے ریسیو کرنے آنے والا تھا۔

میرا کاغذی شوہر اور میں ائیر پورٹ کے وسط میں ہکا بکا کھڑی تھی۔ اور تم داتن.... تم تب ائیر پورٹ پہ ملازمہ تھیں۔ ایسی ہی موٹی اور کالی سی تھیں۔ مگر دکھی سی۔ میں گرنے لگی۔ تم نے مجھے سہارا دیا۔ مجھے باتھ روم تک لے گئیں۔ پانی پلایا۔ یاد ہے میرے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ میں نے تمہیں وہیں روک لیا۔ اور اپنا بیگ دیکھا۔ وہ بری میں آیا تھا اور اسکائپ سے میاں صاحب کا حکم جاری ہوا تھا کہ یہی بیگ ضرور ساتھ لاؤں۔ بس ایک بیگ.... میں نے وہیں اسے کھولا تھا.... تمہارے سامنے..... اور یاد ہے اس میں کیا تھا؟'' وہ زخمی سا مسکرائی۔

''نوٹوں کے بنڈل!''

''میں کتنی بے وقوف تھی۔ منی لانڈرنگ کی کوریئر گرل کے طور پہ استعمال ہو رہی تھی اور مجھے معلوم بھی نہ ہوا۔ کب میرا بیگ لاہور ائیر پورٹ پہ تبدیل ہوا' کوئی ہوش ہی نہیں تھا مجھے۔ اگر تم اس وقت میری مدد نہ کرتیں اور اس بیگ کے ساتھ ائیر پورٹ سے نکلنے میں میری مدد نہ کرتیں تو میں پتہ نہیں کہاں ہوتی۔''

''میرا کیا کام تالیہ۔ میں تو خود اولاد کے ہاتھوں اولڈ ہوم کی طرف دھکیلی جانے والی عورت تھی۔ بڑی دکھی رہتی تھی میں ان دنوں۔ ہائے۔'' اسے اپنے دکھ یاد آ گئے۔ ''لیکن یہ تمہاری آنکھیں تھیں جن پہ میں نے بھروسہ کیا۔ ان کی چمک مجھے سچی لگی اور مجھے محسوس ہوا کہ تم بے قصور ہو۔ ویسے کتنی زیادہ رقم تھی نا اس بیگ میں' یاد ہے تالیہ' کاش رکھ لیتے۔''

''کیسے رکھ لیتے' موٹی خاتون؟'' وہ غصہ ہوئی۔ ''اسی رقم کو حربہ بنا کر تو ہم نے میرے اس شوہر کو ڈھونڈا اور اس سے طلاق کے پیپرز لئے تھے۔ مگر خیر....'' اس نے آخری نوالہ لیتے ہوئے گہری سانس لی۔ ''اس فراڈ آدمی نے مجھے ایک سبق تو سکھا دیا تھا کہ پیسے کمانے کے لئے کسی کو دھوکہ کیسے دیا جاتا ہے۔ اور دیکھو آج چھوٹی بڑی چوریاں کر کے ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ انٹرنیٹ اسکام سے شروع کیا گیا

سفر آج ہمیں کتنا بڑا اسکام آرٹسٹ بنا چکا ہے۔'' (اسکام آرٹسٹ بنیادی طور پہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو لوگوں کے لالچ کو ان کے خلاف استعمال کر کے ان سے مال لوٹ کر فرار ہو جاتے ہیں۔اور عموماً ایسے کاموں کے کرنے کا لالچ دیتے ہیں جو قانونی نہیں ہوتے یعنی دھوکہ کھانے کے بعد لوٹا گیا شخص پولیس کے پاس نہیں جا سکتا۔جیسے کسی بندے کو قتل کرنے کے لیے پیسے ایڈوانس میں بٹورنا اور پھر غائب ہو جانا۔)

''تمہیں ملائیشیا آنے سے پہلے کبھی اس طرح وژن یا سچے خواب نہیں نظر آئے تھے تالیہ؟''

''نہیں۔پہلی دفعہ ائیر پورٹ پہ ہی نظر آیا تھا اور پھر کبھی وہ سلسلہ تھما ہی نہیں۔''

''اگر تمہارے خواب اور وژن ہمارا ساتھ نہ دیتے تو ہم اتنا کچھ نہیں کما سکتے تھے تالیہ۔تم ایک Clairvoyant (جن کو مستقبل نظر آتا ہے) ہو۔ایک Seer۔تمہیں وقت سے پہلے بارش نظر آجاتی ہے' کسی کی موت دکھائی دینے لگتی ہے....کوئی حادثہ....کوئی آفت....مگر ان سارے چھوٹے چھوٹے وژن اور خواب ایک طرف....اگر تم ان سات سالوں میں وہ دس بڑے خواب نہ دیکھتی تو ہم اتنے امیر نہ ہوتے۔''

''گیارہ!'' تالیہ نے نیپکین سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے تصحیح کی۔''تنگو کامل کو اپنا لیپ ٹاپ اور زیورات لاکر سے نکالتے دیکھا تھا میں نے خواب میں....تین ماہ پہلے....جس کے بعد ہم نے اس پہ کام کرنا شروع کیا تھا' اور میں نے اس کے گھر ملازمت حاصل کی....اس کو ملا کے گیارہ خواب ہوئے جو میں نے دولتمندوں کی تجوریوں اور میوزیمز کی قیمتی پینٹنگز اور آرٹ ورک کے بارے میں دیکھے تھے۔جیسے قسمت مجھے خود بتا دیتی ہے کہ تالیہ' فلاں کے لاکر میں یہ سب رکھا ہے' اسے چرا لو۔اور دس دفعہ ان کی مدد سے ہم نے کتنی دولت کمائی۔اب دیکھو' گیارہویں دفعہ کامیاب ہوتے بھی ہیں یا نہیں۔لیکن داتن....'' اس نے گہری آہ بھر کے چھت پہ لگی بتیوں کو دیکھ کے کہا۔''میں ایک بات سوچ رہی ہوں۔''

''کیا؟''

''میں اگلی دفعہ کوئی بڑی.... heist کرنا چاہتی ہوں۔کوئی لمبا ہاتھ۔ایک آخری جاب' جس سے کروڑوں کما لیں ہم اور پھر میں اس کام کو چھوڑ دینا چاہتی ہوں۔پچھلے تین ماہ میں نے ایک سچی مگر بے وقوف لڑکی کا کردار کیا....اپنے اصل نام کے ساتھ....مگر ان سب لوگوں سے اتنے اچھے الفاظ سن کر میرا دل چاہنے لگا ہے کہ میں یہ کام چھوڑ دوں۔ایک آخری فراڈ.....ایک آخری چوری کے بعد....''

وہ چھت پہ لٹکتے لیمپ کو دیکھتے ہوئے مسکرا کے بولی تھی۔اس کی چمکتی آنکھوں میں امید تھی' خوشی تھی۔سادگی تھی۔

''تالیہ!'' داتن سنجیدگی سے آگے کو جھکی۔''پلان کیا گیا گناہ کبھی آخری گناہ نہیں بن سکتا۔جس جرم سے پہلے تم سوچ لو کہ اسے آخری دفعہ کرنے جا رہی ہو' وہ جرائم کی زنجیر کی محض اگلی کڑی ہوتا ہے۔اگلی چوری' اگلا گناہ۔اس کے بعد مزید ایک اور ہوگا۔پھر مزید ایک اور۔جو لوگ چھوڑتے ہیں نا گناہ' وہ پچھلے گناہ کو آخری گردان کے چھوڑتے ہیں۔لیکن میرے اور تمہارے جیسے لوگ....تالیہ ہم چور ہیں اور

ساری عمر یہی رہیں گے۔ ہم نہیں بدل سکتے۔ انسان نہیں بدلا کرتے۔"

تالیہ نے نگاہیں داتن کی طرف موڑیں تو ان کی جوت بجھ گئی تھی۔ "ہم جب چاہیں یہ کام چھوڑ سکتے ہیں۔ ہم اچھے ہو سکتے ہیں۔"

"ہم پہلے ہی بہت اچھے ہیں تالیہ۔ مگر ہم اس کام کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ ہماری زندگیوں میں جھوٹ اور دھوکے بازی اس طرح رچ بس گئی ہے کہ ہم چاہیں بھی تو نہیں بدل سکتے۔ ہم نے ہمیشہ اسی طرح رہنا ہے۔"

"اوکے! پھر میں اسی طرح خوش ہوں۔" اس نے گہری سانس لے کر شانے اچکائے۔ پھر نیپکین سے ہونٹ تھپتھپائے۔ "اب میں سونے جا رہی ہوں۔ صبح کام پہ بھی جانا ہے۔ ویسے نوکرانی بننا بہت ہی روکھا پھیکا کام ہے۔" وہ قدرے نروٹھے پن سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ داتن نے مسکرا کے اسے شب بخیر کہا۔ تالیہ جانے ہی لگی تھی کہ ٹھہری۔ آنکھوں میں شرارت سی چمکی۔ لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

"میں نے کل رات ایک خواب دیکھا!"

داتن نے اطمینان سے اسے دیکھا۔ "کالونی میں کون مرنے والا ہے؟ کس کا کتا بھاگنے والا ہے؟ کون اپنی بیوی کو دھوکہ دینے والا ہے؟"

"نہیں۔" وہ نچلا لب دبا کے ذرا سی ہنسی۔ "میں نے خود کو دیکھا۔ میں دو دریاؤں کے درمیان کیچڑ میں کھڑی ہوں اور میرے سامنے ایک آدمی کھڑا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ اسے میری ضرورت ہے' اور مجھے اس کی.....اور یہ کہ میں اس کے ساتھ رہوں۔" داتن جو دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی آخر میں مایوس سی نظر آئی۔ "اس میں اتنا خاص تو کچھ نہیں تھا۔"

"کیونکہ میں نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ آدمی کون تھا۔"

"کون تھا؟" وہ چونکی۔ تالیہ نے اب انگلی دانتوں میں دبالی تھی اور کچھ یاد کر کے وہ پھر سے ہنسی تھی۔

"وہ مجھے کہہ رہا تھا.....کہ میں اس کے ساتھ رہوں....اُف....اُف۔" اس کے چہرے پہ رنگ آ کے بکھرے تھے۔ داتن نے اچنبھے سے بھنویں بھنچیں۔

"مگر وہ تھا کون؟"

"اونہوں۔ اگر میں نے تمہیں بتا دیا تو تم مجھ پہ ہنسو گی۔ ایسا آدمی میرے خواب میں....اُف۔"

"اوہو کچھ تو بتاؤ۔ تم جانتی ہو اسے؟" پھر وہ چونکی۔ "شاید تم اسے پسند بھی کرتی ہو!"

"جانتی ہوں؟ پسند کرتی ہوں؟" وہ جیسے محظوظ ہوئی۔ "پیاری داتن....اس کو سارا ملائیشیا جانتا ہے....اور پسند؟ اونہوں۔ اس سے سارا ملائیشیا عشق کرتا ہے' عشق! گڈ نائٹ۔" اور وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ داتن اسے پکارتی رہ گئی مگر اب وہ ہاتھ ہلاتی' سرنفی میں ہلاتی زینے چڑھتی جا رہی تھی۔

''کون ہو سکتا ہے؟'' وہ اپنے موٹے موٹے ہاتھوں پہ چہرہ گرائے مشکوک نظروں سے اسے جاتے دیکھے گئی۔

☆......☆......☆

دو دریاؤں کے سنگم پہ وہ دونوں اسی طرح کھڑے تھے۔ بارش تڑا تڑ برس رہی تھی۔ وہ دونوں بھیگے ہوئے تھے۔ پاؤں کیچڑ میں پھنسے ہوئے تھے۔ وہ اوپر دیکھ رہی تھی جہاں سرخ پروں اور سنہری ٹانگوں والا پرندہ اس آدمی کے سر کے عین اوپر فضا میں چکر کاٹ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں نیلے ہیروں کی طرح چمک رہی تھیں۔

''میرے ساتھ رہو۔'' آواز پہ تالیہ نے نظریں پھیریں۔ وہ بھیگی کھڑی تھی۔ سنہری بال موٹی گیلی لٹوں کی صورت چہرے کے اطراف میں گر رہے تھے۔

''میرے ساتھ رہو۔'' وہ اب ٹائی نوچ کے اتار رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی شرٹ کا کف کھولا۔ اور آستین پیچھے موڑی۔ نظریں تالیہ پہ جمی تھیں۔ اسی طرح اس نے دوسری آستین تہہ کی۔ پھر زمین پہ جھکا اور مٹی میں کیچڑ اٹھایا اور سیدھا ہوا۔ مٹھی اس کی طرف بڑھائی۔

تالیہ نے دیکھا.... اس کی ہتھیلی میں کیچڑ کے اوپر ایک سنہری چابی دمک رہی تھی۔

''میرے ساتھ رہو۔'' وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

ایک جھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی۔

بیڈروم میں اندھیرا تھا۔ تالیہ نے چند لمحے پلکیں جھپکا کے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر اسی طرح لیٹے لیٹے آنکھیں بند کر دیں اور دوبارہ سے سو گئی۔

چند گھنٹے بیتے اور صبح پوری طرح پھیل گئی۔ لاؤنج خاموش پڑا تھا۔ اوپن کچن کی میز پہ ناشتہ شیشے کے برتنوں میں ڈھکا ہوا لگا پڑا تھا۔ وہ زینے اترتی نیچے آئی تو ملازمہ کے یونیفارم میں ملبوس تھی۔ آنکھیں سبز تھیں۔ اور چہرے پہ بلا کی مسکینیت طاری تھی۔ لاؤنج میں رک کے اس نے ادھر ادھر گردن گھمائی۔ ''داتن؟''

''نیچے ہوں۔'' آواز پہ وہ گہری سانس لیتی ایک دروازے کی طرف آئی۔ دیوار میں نصب چوکھٹے پہ اپنا انگوٹھا رکھا۔ خود کار آلے نے اس کی تشخیص کی اور دروازہ کھل گیا۔ آگے سیڑھیاں تھیں جو مزید نیچے جاتی تھیں۔ وہ زینے اترنے لگی۔

نیچے کھلا سا کمرہ تھا۔ دیواروں پہ مختلف پینٹنگز اور آرٹ ورک سجایا گیا تھا۔ چند ڈبے بند رکھے تھے۔ وسط میں بڑی میز تھی جس پہ چند مشینیں پڑی تھیں اور داتن حفاظتی گلاسز لگائے، گلوز پہنے، ایک گن نما آلے سے ایک نیکلیس پہ کام کر رہی تھی۔

تالیہ اس کے قریب آ رکی اور تنقیدی نظروں سے سارے زیورات کو دیکھا۔ پھر ایک انگوٹھی کو اٹھا کے اوپر روشنی میں کر کے دیکھنے لگی۔

"پرفیکٹ۔" اس نے انگوٹھی واپس ڈال دی۔

"بس یہی زیورات ہیں مسز کامل کے پاس؟" داتن نے ایک نظران تھوڑے سے زیورات کو دیکھ کے کہا۔

"ہاں.... لاکر میں کل چودہ Pieces ہیں۔تاج کی نقل نہیں تیار کرنی۔ میں باقی تیرہ پیس اٹھاؤں گی۔" وہ کہہ کے جانے لگی۔

داتن جوزیور پہ جھکی تھی، چونک کے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ "چودہ کیسے؟ تم نے صرف تیرہ کی تصاویر بھیجی تھیں۔تاج نکال دو تو پیچھے بارہ بچ گئے۔"

تالیہ ٹھہری۔ واپس گھومی۔ زیورات سامنے پڑے جگمگا رہے تھے۔ پھر سے ان کو گنا۔ ذرا سی الجھی۔ "نیکلیس، کڑے، بندے، انگوٹھیاں۔ یہ ہوئے بارہ پیس۔ مگر مسز کامل کے تمام زیورات جو لاکر میں تھے میں نے ان کی گنتی کی تھی تو وہ چودہ پیس تھے۔"

"تم نے پہلی دفعہ لاکر اندر سے کب دیکھا تھا؟"

"ایک ماہ پہلے جب میں نے مسز کامل کی انگوٹھی چھپا دی تھی اور ان کو میرے سامنے لاکر کھولنا پڑا تھا، تب میں نے سارا لاکر دیکھا تھا۔ کوڈ اس لئے نہیں دیکھ سکی تھی کہ مجھے انہوں نے لاکر کھولنے کے بعد بلایا تھا۔" وہ الجھ کے انگلیوں پہ گننے لگی۔ "کل بھی جب تنگو کامل نے میز پہ زیورات کے ڈبے رکھے تو میں نے گنے تھے، دو، پانچ.... تیرہ...." وہ بڑبڑاتے ہوئے گننے لگی۔ مگر گنتی پوری نہیں پڑ رہی تھی۔

"ہوسکتا ہے تم بھول رہی ہو۔ ٹوٹل تیرہ ہی ہوں۔"

"تالیہ کچھ نہیں بھولتی۔" وہ تیزی سے آگے بڑھی اور ایک دراز کھولا۔ چند کاغذ الٹائے پلٹائے۔ ایک فولڈر نکالا۔

"جب مسز کامل نے میرے سامنے لاکر سے زیور نکالا تھا تو میں نے اپنے بلاؤز بٹن کے کیمرے سے اس کی ہائی کوالٹی تصاویر لی تھیں۔" وہ فولڈر کھولتے ہوئے صفحے تیز تیز پلٹا رہی تھی۔

"اور تم نے مجھے تیرہ تصاویر دی تھیں تالیہ۔ وہ میرے گھر پڑی ہیں۔"

"میرے پاس اوریجنل ہوں گی۔ ایک منٹ۔" اس نے وہ فولڈر رکھا اور ایک دوسرا نکالا۔ پہلا صفحہ کھولا تو لبوں سے گہری سانس خارج ہوئی۔ "یہ لو.... یہ رہی تمام تصاویر۔ ان کو ٹیلی کرو۔ ہم نے کون سا زیور مس کر دیا ہے۔"

داتن گھوم کے اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔ عینک اتار دی اور اب وہ دونوں باری باری تمام پرنٹ آؤٹس متعلقہ زیورات کے ساتھ رکھ رہی تھیں.... پانچ.... آٹھ.... بارہ.... تیرہ.....

"اوہ!" آخری پرنٹ آؤٹ سے متعلق کوئی زیور انہوں نے نہیں بنایا تھا۔ اسے دیکھتے ہی تالیہ کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔

وہ گھڑی کے باکس کے جیسے شیشے کے ڈبے میں رکھا ایک سنہری سکہ تھا۔ پرنٹ آؤٹ پہ اس باکس کی آگے پیچھے سے چار تصاویر لی گئی تھیں۔

''یہ تو کوئی اینٹیک ہے۔'' داتن قدرے جوش سے جھکی مگر تالیہ نے بے دلی سے کاغذ پرے کر دیا۔

''اوپر دیکھو کیا لکھا ہے۔''مظفر شاہ۔'' یہ ملاکہ سلطنت کے سلطان مظفر شاہ کے زمانے کا سکہ ہے۔تنگو کامل کو آرٹ اور ہسٹری میں خاصی دلچسپی ہے۔اس لیے انہوں نے اس کو سنبھال رکھا ہے۔''

''مگر ہم اسے کیوں نہیں چرا رہے۔''

''کیونکہ مظفر شاہ کے سکے آج کل کوالالمپور کے ہر مال سے ملتے ہیں اور سارے نقلی ہوتے ہیں۔ابھی ان کے کونے کھرچو تو سفید رنگ نکلنے لگے گا۔اور یہ بھاری ہوتے ہیں۔جبکہ اصلی سکے اتنی aging اور oxidation کے باعث ہلکے ہونے چاہئیں۔ بالفرض یہ اصلی بھی ہو تو اتنی ویلیو نہیں ہے ان کی۔رہنے دو بیچاروں کے پاس ان کا سکہ۔''

داتن نے ایک دوسری عینک اٹھائی اور اسے ناک پہ جما کے غور سے کاغذ پہ چھپی تصویر کو دیکھنے لگی۔

''یہ واقعی اصلی سکہ نہیں ہے۔'' وہ ناپسندیدگی سے بولی تھی۔آج کل کے Forgers کو خدا کا کوئی خوف نہیں۔ٹھیک ہے میرے جیسے اعلیٰ درجے کے نقالے نہیں تراش سکتے وہ' میں جانتی ہوں لیکن نقلی سکہ تیار کرتے وقت انسان کو چاہیے کہ ایک دفعہ اصلی سکہ بھی دیکھ لے کیونکہ مظفر شاہ کے اصل سکوں پہ ایک طرف ''مظفر شاہ ال سلطان'' اور دوسری طرف ''نصیر من الدنیا والدین'' (دنیا اور دین میں مددگار) لکھا ہوتا ہے۔اس پہ تو دونوں طرف مظفر شاہ ال سلطان لکھا ہے۔''

داتن کے آخری فقرے پہ وہ منجمد ہوگئی۔ پھر اتنی تیزی سے گردن موڑی گویا برف چٹخی ہو۔

''دونوں طرف مظفر شاہ لکھا ہے؟'' اس نے کاغذ داتن کے ہاتھ سے جھپٹا۔اور اس پہ بے قرار نگاہیں دوڑائیں۔

''میں نے ایسا سکہ پہلے بھی دیکھا ہے۔ہماری ایک واردات والی جگہ پہ یہ تھا مگر میں نے اسے تب بھی چھوڑ دیا تھا۔''

''ہاں مجھے یاد ہے۔نیشنل ہسٹری میوزیم میں۔ہے نا؟ میں نے بھی دیکھا تھا۔'' تالیہ نے چونک کے اسے دیکھا۔

''نہیں....میں نجیب بن سلامت کی بات کر رہی ہوں۔پچھلے سال جب میں نے اس کی پرائیوٹ آرٹ کلیکشن کے بارے میں وژن دیکھا تھا اور ہم نے ان کے ذاتی سیف میں نایاب اینٹیک برتن چرائے تھے۔تب ایسا سکہ وہاں بھی تھا۔''

''یقیناً ہوگا مگر تین سال پہلے جب تمہارے ہی ایک خواب پہ ہم نے نیشنل ہسٹری میوزیم والی واردات کی تھی' تب یہ وہاں ڈسپلے تھا۔مگر میں نے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔''

تالیہ نے کرسی کھینچی اور وہیں بیٹھ گئی۔اس کی آنکھوں میں شدید الجھن تھی۔

''کیا سوچ رہی ہو؟ ایک جیسے بہت سے سکے مارکیٹ میں ہوتے ہیں۔''

''نہیں۔کچھ غلط ہے اس سب میں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔''ہمارے سامنے یہ سکہ تیسری دفعہ آرہا ہے مگر ہم نے اسے نہیں چرایا۔''

''ہم واردات کی جگہ سے چند چیزیں ہی چراتے ہیں' ہر چیز تو نہیں اٹھا سکتے ناتالیہ۔''

''بات یہ نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پچھلے سال ایسا ہی سکہ نجیب بن سلامت کے پاس تھا۔ اس کا باکس بھی یہی تھا۔ داتن.... داتن... نجیب بن سلامت ہماری وجہ سے دیوالیہ ہو گیا تھا اور اس نے اپنی بہت سی آرٹ کلیکشن کو آکشن پہ ڈال دیا تھا۔ اس کا ریکارڈ پبلک ہو گا ذرا معلوم کرو یہ سکہ اس آکشن میں تھا یا نہیں؟''

''مگر کیوں؟''

''کیونکہ تنگو کامل اور نجیب بن سلامت دوست ہیں اور میں نے مسز کامل سے سنا تھا کہ جب نجیب پہ برا وقت آیا تھا تو تنگو کامل نے اس کی مدد کی تھی۔ اس کی آکشن سے کوڑیوں کے بھاؤ ملنے والی چیزیں مہنگی خرید کے۔ کچھ پینٹنگز اور....'' اس نے کاغذ اٹھا کے دیکھا۔ ''شاید یہی سکہ۔''

''تمہارا مطلب ہے کہ یہ ایک جیسے بہت سے سکے نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ہی سکہ ہے جو بار بار تمہارے خواب میں آتا ہے؟''

''ہاں۔ میرے گیارہ خواب.... بلکہ بارہ.... ان میں سے تین میں یہ سکہ تھا۔ شاید مزید میں بھی ہو مگر اس کے ساتھ رکھے جواہرات' زیورات' پینٹنگز اور نادر اشیاء نے میری آنکھوں کو ہمیشہ اتنا خیرہ کر دیا کہ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔'' وہ حیران پریشان نظر آ رہی تھی۔

''میں اس سکے کا ریکارڈ ٹریس کرنے کی کوشش کرتی ہوں' لیکن اگر تم یہ کہہ رہی ہو کہ یہ ایک سکہ پچھلے کئی سال سے ایک شخص سے دوسرے کی تحویل میں جا رہا ہے اور قسمت تمہیں بار بار خواب میں اشارہ دے رہی ہے کہ اسے حاصل کرو تو یہ بہت عجیب بات ہے۔''

مگر وہ سن سی خلاء میں دیکھ رہی تھی۔ ''میں ہمیشہ اپنے خوابوں کی تعبیر غلط کرتی ہوں۔ کسی کو پانی میں ڈوبتے دیکھوں تو سمجھتی ہوں وہ مرنے والا ہے مگر چند دن بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کوئی اعلیٰ تعلیمی کامیابی ملی ہے کیونکہ پانی ''علم'' کا سمبل ہے۔ کسی کا زیور چوری ہوتے دیکھوں تو سمجھتی ہوں کہ اس کے ہاں ڈاکہ پڑنے والا ہے مگر اس کو طلاق ہو جاتی ہے۔ اور وہ گروسری اسٹور والی روز میری.... میں نے دیکھا اس کے بازو میں سونے کا نیا کڑا ہے' تو میں نے تمہیں کہا تھا کہ وہ امیر ہونے والی ہے مگر اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ غریب وہ ابھی بھی ویسی ہے۔ میں ہمیشہ اپنے وژن یا خواب کی غلط تعبیر کرتی ہوں مگر ان بارہ خوابوں کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ میں نے درست سمجھے ہیں کیونکہ انہی کی وجہ سے ہم امیر ہوئے لیکن شاید وہ بھی میں نے غلط سمجھے تھے۔'' اس کی رنگت تاریک پڑ رہی تھی۔ داتن کو افسوس ہوا۔

''تم کام پہ جاؤ میں اس سکے کو ٹریس کرتی ہوں۔'' اس نے اس کا سر تھپک کے تسلی دی تو وہ بے دلی سے اٹھی اور سر ہلا دیا۔ پھر ٹھہری۔

''میں اتنے سال سمجھتی رہی ہوں کہ میری تقدیر مجھ سے یہی سب کچھ چاہتی ہے کہ میں چوری کروں۔ یہ ان دیکھے کو دیکھنے کا تحفہ مجھے اسی لئے ملا ہے لیکن شاید ایسا نہیں تھا۔ شاید میں نے اس تحفے کو غلط استعمال کیا۔'' اس کی آنکھ کا کنارہ بھیگ گیا۔

''تالیہ۔'' داتن نے آگے بڑھ کے اسے شانوں سے تھاما۔ ''ہم اس سکے کو ڈھونڈ لیں گے اور اس کو حاصل بھی کر لیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔ اب کام پہ جاؤ اور مجھے میرا کام کرنے دو۔'' تالیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا اور ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں رگڑ لیں۔ اسے کام سے دیر ہو رہی تھی۔

☆......☆......☆

تنگو کامل کی رہائش گاہ پہ صبح صبح سے روزمرہ کے کام شروع ہو چکے تھے۔ کچن میں تالیہ اور ایک دوسری ملازمہ کھڑی کام میں مصروف تھیں۔ بٹلر ٹرالی کو اپنی نگرانی میں سیٹ کروا رہا تھا اور ساتھ میں فون پہ بات بھی کر رہا تھا۔ ایسے میں تالیہ بے دھیانی سے جگ میں جوس انڈیل رہی تھی۔ چہرے پہ ابھی تک وہی الجھن چھائی تھی اور ہاتھ سست پڑ رہے تھے۔ مارے باندھے اس نے جگ کو ٹرے میں رکھا اور آگے بڑھ گئی۔

ڈائننگ ٹیبل پہ تنگو کامل سربراہی کرسی پہ بیٹھے خوش مزاجی سے دائیں ہاتھ جلوہ گر اپنی بیوی سے محوِ گفتگو تھے۔ بچے بھی ناشتہ کر رہے تھے۔ ایسے میں وہ جوس لے کر آئی تو دونوں میاں بیوی نے خوشگوار مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

''کیسی ہو تالیہ؟ اور تمہارے گھر والے کیسے ہیں؟''

''ٹھیک ہیں سب۔ تھینک یو سر۔'' اس نے ادب سے سر جھکایا۔

''میں بیگم سے کہہ رہا تھا کہ اس ماہ سے تالیہ کی تنخواہ بڑھا دی جائے۔''

''شکریہ سر!'' وہ مصنوعی مسکراہٹ اور تشکر کے ساتھ بولی۔ اور ان کے گلاس میں جوس ڈالنے لگی۔

''تالیہ مجھے مارکیٹ جانا ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ گی۔'' مسز کامل نے کہا تو اس نے سر کو ادب سے خم دیا۔ اور کچن میں آ گئی تاکہ جلدی جلدی کام نپٹا لے۔

''آخر جمعے کو آ کون رہا ہے جس کے استقبال کے لیے اتنی تیاری ہو رہی ہے؟'' وہاں کھڑی دونوں ملازمائیں نورا اور تسنیم آپس میں بات کر رہی تھیں۔ پھر اس سے بھی پوچھا۔ ''تمہیں کچھ معلوم ہے تالیہ؟''

''نہیں۔'' وہ سادگی سے کہہ کے برتن دھونے لگی۔ (میرے جیسی رچ گرل اس وقت ان کے جھوٹے برتن دھو رہی ہے' مجھے فی الحال یہی معلوم ہے۔) جلتے دل کے ساتھ اس نے سوچا تھا۔

کے ایل کا وہ بازار شام کے وقت متوسط طبقے کے لوگوں سے بھرا ہوا نظر آتا تھا۔ بھانت بھانت کی بولیاں۔ مختلف وضع قطع کے لوگ۔ اکثریت چینی نقوش والے افراد کی تھی اور خواتین کی ایک بڑی تعداد کس کے چہرے کے گرد لپٹنے والا حجاب لئے ہوئی تھی جس کو مقامی زبان میں....tudung....کہا جاتا تھا۔ بازار میں سرخ ٹائلز سے بنی روش تھی اور روش کے دونوں اطراف دکانیں اور ان کے آگے اسٹالز

لگے تھے۔ برآمدوں میں کہیں چھتری تلے کرسیاں بھی بچھی تھیں اور لوگ کھا پی رہے تھے۔

ایسے میں تالیہ سامان کے شاپر اٹھائے مسز کامل کے پیچھے چلتی جا رہی تھی۔

''جو مہمان آ رہے ہیں' ان کے لیے چاول لے رہی ہوں۔ ان کو اچھا چاول بہت پسند ہے۔''

مسز کامل ساتھ میں تبصرہ بھی کیے جا رہی تھیں۔ وہ جیسے ان مہمانوں کے آنے پہ بہت خوش تھیں مگر ان کا نام کسی وجہ سے نہیں لے پا رہی تھیں لیکن شاید ان کا دل کسی سے شیئر کرنے کو بہت چاہ رہا تھا۔ تالیہ خاموش رہی۔ پھر یونہی پوچھا۔

''بچے بھی آ رہے ہیں ساتھ؟''

''نہیں۔ بس دونوں میاں بیوی آئیں گے۔ ویسے ان کے دو بچے ہیں۔'' پھر رک کے تصحیح کی۔ ''تین تھے۔ لیکن ان کی بیٹی آریانہ بچپن میں کھو گئی تھی۔ چیئر لفٹ سے گری تھی۔ لاش نہیں ملی مگر سب کو یہی لگا کہ وہ مر گئی ہے اس لیے قبر وغیرہ بنا دی تھی۔'' پھر وہ چپ ہو گئیں جیسے بہت زیادہ بول گئی ہوں اور ایک دکان کی طرف چلی گئیں۔ وہ گہری سانس لے کر پیچھے آئی۔

مسز کامل نے اعلیٰ درجے کے چاول نکلوائے اور ان کو ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگیں۔ تالیہ یونہی ان کے ہاتھوں کو دیکھے گئی۔ یک دم جیسے ساری آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ مسز کامل کے ہاتھوں میں بھرے چاول دیکھتے ہی دیکھتے جلنے لگے۔ بس لمحے بھر میں وہ سب راکھ ہو گئے۔ اور ان کے دونوں ہاتھ کالک سے رنگے خالی رہ گئے۔

وہ چونکی۔ سماعت کھل گئی۔ آوازیں آنے لگیں۔ اس نے مسز کامل کے ہاتھوں کو دیکھا۔ وہاں کوئی راکھ نہیں تھی۔ وہ چاول اٹھا کے چیک کر رہی تھیں۔ تالیہ نے ایک گہری سانس بھری۔

''میم۔'' اس نے ہولے سے ان کو پکارا۔ ''کل آپ کی کسی دوست کا فون آیا تھا میں بتانا بھول گئی۔''

''کس کا؟ کیا کہہ رہی تھی؟'' وہ چونک کے اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''نام نہیں بتایا مگر یہ کہا تھا کہ وہ ذرا مصروف ہیں' مگر میں آپ کو بتا دوں کہ آپ صدقہ دے دیں اور آگ وغیرہ سے احتیاط کریں کیونکہ انہوں نے آپ کے بارے میں برا خواب دیکھا ہے۔''

''کیا؟ کیا دیکھا ہے اس نے؟'' وہ بے چین سی ہو کے پوری اس کی طرف گھوم گئیں۔ دونوں اب کاؤنٹر سے ہٹ کے کھڑی تھیں اور سرگوشیوں میں بات کر رہی تھیں۔

''یہ کہ آپ نے ہاتھوں میں چاول اٹھا رکھے ہیں اور وہ راکھ میں بدل جاتے ہیں۔ شاید آپ کو چولہے اور ہیٹر وغیرہ سے احتیاط کرنی چاہیے۔''

''اوہ تم نے اچھا کیا مجھے بتا دیا لیکن کون سی دوست تھی میری؟''

"نام نہیں بتایا لیکن کہتے ہیں برے خواب کا بار بار ذکر نہیں کرنا چاہیے اس لیے بہتر ہے کہ آپ بس صدقہ اور دعا وغیرہ کر دیں۔" اس نے خوبصورتی سے بات کا رخ پھیرا تو وہ سر ہلا کے رہ گئیں۔ البتہ چہرے پہ بے پناہ پریشانی اُمڈ آئی تھی۔

(مجھے لگتا ہے آپ کے ہاتھ جلنے والے ہیں۔ یا آپ کے گھر کو آگ لگنے والی ہے۔ میں آپ کو نہیں بتا سکتی کہ یہ وژن میں نے دیکھا ہے نہ ہی یہ کہ میرے خواب ہمیشہ سچ ہو جاتے ہیں۔ اوہ میرے اللہ.... یہ تحفہ نہیں ہے.... یہ تو ایک curse ہے۔) ان کے ساتھ سر جھکائے بازار میں چلتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔ ساتھ ہی بار بار ان کے ہاتھوں کو بھی دیکھ لیتی تھی۔ گوری کلائی میں انہوں نے خوبصورت سا سونے کا بریسلیٹ پہن رکھا تھا جس پہ ننھے ستارے جھول رہے تھے۔ تالیہ نے یونہی اپنی خالی کلائی کو دیکھا اور پھر ایک دم وہ ٹھٹھک کے رکی۔ ذہن کے پردے پہ ایک منظر لہرایا تھا۔

لاکر میں رکھی ڈبی اس میں سجا بریسلیٹ۔ وہ وہیں سن سی کھڑی رہ گئی۔ ایک دم ساری گتھیاں سلجھ گئی تھیں۔ پزل کے بہت سے ٹکڑے اپنے اپنے خانوں میں آ گرے تھے۔

☆......☆......☆

لائبریری کے اندر مقدس، بارعب سی خاموشی چھائی تھی۔ اونچے ریکس، کتابوں کی طویل الماریاں.... جگہ جگہ بچھی میزوں پہ مطالعے میں منہمک سے دکھائی دیتے لوگ.... کمپیوٹرز کے آگے بیٹھے کام کرتے اشخاص.... غرض معمول کا خاموش سا ماحول تھا۔

ایسے میں دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ اس نے صبح کے ملازماؤں والے لباس کے برعکس سرخ خوبصورت اور قیمتی فراک پہن رکھا تھا۔ کہنی پہ ڈیزائنر بیگ تھا اور سر پہ سفید کورا ہیٹ جس سے نکلتے سیاہ بال کندھوں پہ گر رہے تھے۔ دروازے پہ وہ رکی، ہیٹ کو ڈائمنڈ رنگ پہنی انگلی سے ترچھا کر کے سیاہ آنکھیں آس پاس دوڑائیں۔ ایک لائبریرین جو قریب سے کتابوں کی ٹرالی دھکیلتا گزر رہا تھا، اسے دیکھ کے رکا اور جھٹ سلام جھاڑا۔

"السلام علیکم۔ مِس ساشا۔"

تالیہ نے شانِ بے نیازی سے سر کو خم دیا۔ پھر ادھر ادھر دیکھا تو وہ بولا۔

"مسز لیانہ اس طرف ہیں۔" وہ ہلکا سا مسکرائی اور اسی طرح اٹھی گردن کے ساتھ آگے چلتی گئی۔

کونے میں ایک آڈیو روم تھا۔ شیشے کی دیواروں نے اسے مکمل بند کر رکھا تھا، گویا شیشے کا کوئی ڈبہ ہو۔ اندر تنگ سی جگہ پہ وہ پھنس کر بیٹھی سیاہ موٹی عورت دکھائی دے رہی تھی۔ عینک لگائے، بال جوڑے میں باندھے وہ کتابوں میں الجھی ہوئی تھی۔ آہٹ پہ اس نے نظریں اٹھائیں تو دیکھا، تالیہ دروازہ کھولتی اندر داخل ہو رہی تھی۔

"اتنے سالوں سے یہاں کام کر رہی ہو داتن، اور ایک ڈھنگ کا آفس بھی نہیں دیتے یہ تمہیں۔" وہ مسکراہٹ دبا کے کہتی

سامنے کرسی کھینچ کے بیٹھی۔ پرس میز پہ رکھا' اور ہیٹ کو مزید ترچھا کیا تو چہرہ اور سیاہ مسکراتی آنکھیں مزید واضح ہوئیں۔

''لیانہ بنت دانش صابری کے پاس اتنی دولت ہے کہ وہ چاہے تو یہ پوری لائبریری خرید لے....'' خشمگیں نگاہوں سے اسے گھور کے وہ بولی تو تالیہ نے ابرو اونچا اٹھایا۔ ''پوری؟''

''چلو....آدھی سہی!'' داتن نے ڈھٹائی سے تصحیح کی' پھر ناک سے مکھی اڑائی۔ ''اور تمہاری یہ تنقیدی نظریں جو میرے اس کوزی آفس کو پچھلے بیس سیکنڈ سے ملامت کر کے میرے اوپر ترس کھا رہی ہیں نا' میں ان کو کھلے دل سے معاف کر دوں گی کیونکہ تم بھول رہی ہو کہ یہی وہ ڈبہ ہے جس میں بیٹھ کے ہم نے وہ تمام کام پلان کیے تھے جن کے باعث تم آج اس اونچے محل میں رہ رہی ہو۔''

''لگتا ہے بڑے زور کی لگی ہے۔ چچ چچ۔'' تالیہ نے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔ داتن نے چبھتی نظریں اس پہ جمائے ناک زور سے سکوڑی۔

''میں Sun Tzu کی ماننے والی ہوں اور وہ کہتا تھا کہ جب امیر ہو تب غریب نظر آؤ اور جب غریب ہو تب امیر۔''

''اس نے یہ فقرہ طاقتور اور کمزور کے بارے میں کہا تھا۔''

''مگر اس کا مطلب یہی تھا جو میں نے بیان کیا ہے۔''

''اچھا چائے نہیں پلاؤ گی؟'' وہ بور سی ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ داتن نے افسوس سے اسے دیکھ کے گہری سانس بھری۔

''تمہیں معلوم ہے ایک چائے کے اندر موجود caffine انسان کو کتنے خطرناک اثرات سے دوچار کر سکتی ہے؟ بے شک Emperor shennong نے دعویٰ کیا تھا کہ چائے بہت سی بیماریوں کی دوا ہے لیکن وہ چونکہ ایک بادشاہ تھا' اس لئے اس پہ کبھی بھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ چائے کی زیادتی سر درد' Panic اٹیکس' بے خوابی' ہارٹ برن' متلی' ڈائریا اور کنفیوژن کا باعث بن سکتی ہے۔''

''اوہ اسی لئے جب تم میرے گھر آتی ہو داتن تو میری پتی سب سے پہلے ختم ہوتی ہے۔''

''میں ایک موذی چیز سے تمہیں چھٹکارا دینے کی اپنی طرف سے کوشش ہی کر سکتی ہوں تالیہ لیکن اگر تم اس زہریلے مادے کی محبت میں' اس کی ایڈکشن میں اتنی مبتلا ہو ہی چکی ہو تو میں اس سے زیادہ تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔''

''اُف تم اتنی لمبی بات کیوں کرتی ہو داتن؟''

مگر موٹی عورت نے میز پہ رکھے ٹریولر مگ کا ڈھکن کھولا' اور پیچھے سے تھرماس اٹھا کر اس میں گرما گرم چائے انڈیلی۔ تالیہ نے شکریہ کہنے کو لب کھولے ہی تھے کہ داتن نے تھرماس واپس رکھی' کرسی پہ پیچھے کو ٹیک لگائی' اور مگ سے گھونٹ بھر کے تسلی سے اسے دیکھا۔ ''ہاں تو تم کیسے آئیں؟''

تالیہ نے گہری سانس لی' ایک چبھتی ہوئی نظر اس پہ ڈالی اور گویا ہوئی۔

"تمہیں معلوم ہے میں کیوں آئی ہوں۔"

"او کے!" داتن نے مگ پرے رکھا اور اپنا ٹیبلیٹ نکال کے اسکرین اس کو دکھائی یوں کہ ٹیبلیٹ داتن کے ہاتھوں میں ہی تھا۔

"یہ ہے وہ سکہ۔" وہاں ایک اعلیٰ کوالٹی کی تصویر نظر آ رہی تھی۔ تالیہ آگے ہوئی۔

"نامعلوم ذرائع سے یہ سکہ چند برس پہلے منظرِ عام پہ آیا تھا۔ تقریباً سترہ سال پہلے۔ یہ سلطان مظفر شاہ کے زمانے کے سکوں سے مختلف ہے لیکن ہر میوزیم اور ہر بیوپاری نے اس سے متعلق بہت سی کہانیاں سنائی ہیں اور ہم دونوں جانتے ہیں کہ وہ سب جھوٹی ہیں۔ یہ سکہ زیادہ دیر کسی کے پاس ٹھہرتا نہیں ہے یا بیچ دیا جاتا ہے یا تحفے میں دے دیا جاتا ہے یا نیلام ہو جاتا ہے۔ میں اس کا پورا ٹریل تو نہیں ڈھونڈ سکی لیکن پچھلے سات سالوں میں ہماری...." وہ رکی اور مناسب لفظ ڈھونڈا۔ "گیارہ بڑی "جابز" (وارداتوں) میں سے پانچ میں یہ سکہ موجود تھا۔"

"اور باقی میں؟" اس نے بےقراری سے کہتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ ٹیب لے مگر داتن نے اسے پیچھے کر لیا اور خفگی سے بھنویں سکوڑیں۔ "اگر تم چند لمحے کا سکوت اختیار کرو اور مجھے خود کو متاثر کرنے کا موقع دو تو میں تمہیں دکھاتی ہوں کہ بےشک باقی سات وارداتوں میں یہ سکہ موجود نہیں تھا مگر ان ساتوں جگہوں پہ جو چیزیں موجود تھیں میں نے ان کی لسٹ بنائی تو....."

"تو کوئی اور چیز تھی جو ان ساتوں جگہوں پہ موجود تھی ہے نا۔" وہ تیزی سے بولی تو داتن نے لب بھینچ لئے۔ منہ کا ذائقہ تک خراب ہو گیا تھا۔ مگر ضبط کر کے کہنے لگی۔

"ہاں۔ میں نے سارا دن لگا کر کرائم سین فوٹوز اور اپنے ریسرچ ورک کو جو ہم نے واردات سے پہلے کیا تھا اکٹھا کیا اور تمام فہرستوں کو کراس چیک کیا تو وہ ایک آئٹم تھا جو ان سب میں مشترک تھا۔ بوجھو کون سا؟"

"ملاکہ سلطنت کی ایک ملکہ کا سونے کا بریسلیٹ۔ ہے نا۔"

داتن کے کندھے ڈھیلے ہوئے منہ کھل گیا۔ "تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

"چونکہ میں چائے بہت پیتی ہوں اس لئے میری یادداشت بہت اچھی ہے اور آج مسز کامل کے ساتھ شاپنگ کرتے ہوئے ان کا بریسلیٹ دیکھ کے مجھے یاد آیا کہ ملاکہ سلطنت کی ایک ملکہ کا بریسلیٹ بھی میں نے انہی سات جابز میں سے دو تین میں دیکھا تھا مگر نظر انداز کر دیا کیونکہ مجھے وہ نقلی لگا تھا اور ہم ہمیشہ اصلی اور تاریخی آرٹ پہ ہاتھ صاف کرتے ہیں داتن! اور وہ مجھے تاریخی نہیں لگا تھا۔"

"اگر سب کچھ معلوم ہو گیا تھا تو میرے پاس کیوں آئی ہو؟" داتن نے برا سا منہ بناتے ہوئے ٹیب زور سے بند کر کے میز پہ رکھا۔

"کیونکہ اگر تم نے سارا دن اس کام پہ لگایا ہے تو شاید تمہیں کچھ ایسا معلوم ہوا ہو جو مجھے نہ ہو سکا ہو۔" اس پہ داتن کھلے دل سے مسکرائی۔

"ویسے میں غرور نہیں کرنا چاہتی لیکن تم متاثر ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ تالیہ بی بی کیونکہ نہ وہ سکہ کوئی سکہ ہے نہ وہ بریسلیٹ کوئی بریسلیٹ ہے۔ یہ دیکھو۔" داتن نے ٹیب اسکرین اس کے سامنے کی تو وہ چونک کے آگے کو ہو کے دیکھنے لگی۔ وہاں ایک طرف سکے کی تصویر بنی تھی اور دوسری طرف ایک زنجیر والا بریسلیٹ بنا تھا جس کے اوپر سونے کی مستطیل ڈلی سی تھی جس کے آخر میں تین دانت بنے تھے۔

"بظاہر یہ ایک سکہ ہے اور وہ ایک بریسلیٹ لیکن اگر ان دونوں کو جوڑ دو تو...." داتن نے مسکراتے ہوئے بٹن دبایا تو ایک اور امیج جنریٹ ہوا جس میں ان دونوں اشیاء کے کنارے ملے ہوئے نظر آرہے تھے۔ "یہ دیکھو کیا بنتا ہے۔"

"چابی۔" وہ مسحور سی بولی۔ "یہ ایک چابی کے دو ٹکڑے ہیں جس کے ساتھ زنجیر لگی ہے۔"

"ہاں۔ یہ ایک ٹوٹی ہوئی چابی ہے جس کو ہمیں ڈھونڈنا ہے اور تمہاری تقدیر بار بار تمہیں اس کی طرف لے جاتی تھی لیکن تم کبھی سمجھ ہی نہ سکی۔" تالیہ کی آنکھوں میں چمک سی در آئی تھی۔

"سکہ نکالنا تو کوئی مسئلہ نہیں۔ کل تنکو کامل کے گھر کچھ خاص مہمان آرہے ہیں، ڈنر کی افراتفری میں، میں زیورات ادل بدل کر کے سکہ نکال لوں گی۔ سکے کی کاپی ہم اس لئے تیار نہیں کریں گے کیونکہ بعد میں اگر ہمیں اس کو fence کرنا پڑے تو تنکو کامل یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ اس کے پاس بھی ویسا ہی سکا ہے ورنہ ہمیں اس کی اچھی قیمت نہیں ملے گی۔ تم بریسلیٹ کو ڈھونڈو کہ یہ کس کے پاس ہے۔" وہ دبے دبے جوش سے بولی تو داتن نے ٹیک لگائے لگائے پر سوچ ہنکارا بھرا۔ پھر مگ کا ڈھکن ہٹایا تو چائے کی خوشبو بھاپ کے ساتھ اوپر اٹھنے لگی۔ اس نے مگ لبوں سے لگایا، گھونٹ بھرا، اور مگ نیچے کیا۔ اس دوران جیسے الفاظ جوڑے۔

"جتنا ان دو چیزوں کی ملکیت کی چین کو میں نے دیکھا ہے تالیہ.... ان دونوں کو کبھی کسی نے نہیں چرایا۔ ان کو یا مالک بیچ دیتا ہے یا کسی میوزیم کو عطیہ کر دیتا ہے۔ جہاں کسی آکشن پہ ان کو فروخت کر دیا جاتا ہے یا مالک خود ہی کسی دوست کو تحفہ دے دیتا ہے مگر۔" پھر وہ چپ ہوئی۔ تالیہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی جس کے سامنے چائے کے بے رنگ دھوئیں کے مرغولے تیرتے دکھائی دے رہے تھے۔

"مگر ایک عجیب بات مجھے محسوس ہوئی ہے۔" داتن نے کہنا شروع کیا۔

"میرا خیال تھا میرے ساتھ رہ رہ کر تم نے عجائبات پہ حیران ہونا چھوڑ دیا ہے۔"

"ہاں، میرا ذہن ہر اس چیز کو مان سکتا ہے جس کو لوگ جھوٹ قرار دیتے ہیں کیونکہ ہماری حکومتیں اور ہمارے دانشور ہمیں ادنیٰ سمجھ کر ہم سے حقائق چھپاتے آئے ہیں۔ لیکن.... یہ بات پھر بھی عجیب تھی کیونکہ میں نے نوٹس کیا کہ ہر وہ پرائیوٹ اونر جس کے پاس یہ سکہ یا یہ بریسلیٹ رہا ہے، اس کو کوئی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ کوئی بڑی موذی بیماری۔"

"ہو سکتا ہے یہ تمہارا وہم ہو داتن۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ بس اس بریسلیٹ کو ڈھونڈو تا کہ ہم جلد از جلد اسے حاصل کر سکیں۔" پھر خلاء میں دیکھتے ہوئے وہ گہری سانس بھر کے بولی۔ "مجھے ایسا لگنے لگا ہے جیسے میں نے اتنے سال ضائع کر دیے۔ میں کل سے

یہی سوچ رہی ہوں۔ میری قسمت مجھے اس چابی تک لے جانا چاہتی تھی اور میں دوسری چیزوں میں پڑی رہی۔ اس چابی کی قیمت ان سب سے زیادہ ہو گی یقیناً۔

مجھے لگتا ہے داتن...." اس نے پُر امید نظریں اس پہ جمائیں۔ "یہ وہی بڑی 'جاب' ہے جس کا میں انتظار کر رہی تھی۔ میری آخری چوری۔ آخری Heist۔ وہ کیا کہتے ہیں 'Score of the scores'۔ اور اس سے میں اتنا کما لوں گی کہ پھر دوبارہ کوئی غلط کام نہیں کرنا پڑے گا۔"

"تالیہ.... کوئی چوری ہماری آخری چوری نہیں ہو سکتی۔ ہم نہیں بدل سکتے۔ نہ کبھی بدلیں گے۔" اس نے سمجھانا چاہا مگر وہ بضد تھی۔

"مجھے لگتا ہے میں بدل جاؤں گی۔ اس لئے اس چابی کو ڈھونڈو داتن۔ ایک آخری اونچا ہاتھ مار کے ہم کسی دوسرے ملک چلے جائیں گے۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں۔"

"پتہ نہیں کیوں میرا دل کہتا ہے کہ ہم اس کی کھوج نہ لگائیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی بری شے.... کوئی بلا ہماری گھات لگائے نہ بیٹھی ہو۔" وہ غیر آرام دہ نظر آ رہی تھی۔

"تم وہم کر رہی ہو یار۔ حوصلہ رکھو۔" وہ ناک سے مکھی اڑاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ بیگ بھی اٹھا لیا۔ داتن نے سمجھ کے سر ہلا دیا۔

"او کے' میں اسے ڈھونڈوں گی۔ مگر جو اس روز تم نے خواب دیکھا' تم نے بتایا تھا کہ اس میں بھی تم نے ایک آدمی کو کیچڑ میں لتھڑی چابی تمہاری طرف بڑھاتے دیکھا تھا۔" یاد کرتے ہوئے وہ خود چونکی۔ "کیا وہ یہی چابی تھی؟" چائے کے مگ کا ڈھکن ہٹا تھا اور اس سے بھاپ ہنوز اڑ رہی تھی۔ تالیہ ٹھہر گئی۔ خود بھی جیسے وہ چونکی تھی۔

"ہاں۔ وہ یہی تھی۔" اس نے ٹیبلیٹ اٹھا کے پھر سے اس چابی کو غور سے دیکھا۔ اسے کچھ یاد آیا تھا۔ ایک ننھی کلائی پہ بندھا بریسلیٹ۔ پزل کا ایک اور ٹکڑا عین اپنی جگہ پہ آ گرا تھا۔

"ویسے وہ آدمی کون تھا تالیہ؟" داتن نے تجسس سے پوچھا مگر وہ سن نہیں رہی تھی۔ وہ کہیں اور گم تھی۔

"میں نے یہ بریسلیٹ دیکھ رکھا ہے پہلے۔ مجھے پتہ ہے یہ کس کا تھا۔" پھر اس کے چہرے پہ سختی آ گئی۔ جیسے بے چینی اور دکھ کی ملی جلی کیفیت ہو۔ "مسز ماریہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔" اس نے ٹیبلیٹ پٹخا اور تن فن کرتی باہر نکل گئی۔ داتن حیرت سے اسے جاتے دیکھتی رہی۔

"اسے کیا ہوا؟"



اگلی صبح جب کوالالمپور کی بلند بالا عمارتیں دھوپ میں سینہ تانے کھڑی تھیں' اور نمی سے بوجھل فضا نے ماحول میں حبس سا پیدا کر رکھا تھا' شہر کے ایک مفلوک الحال علاقے میں فلیٹ بلڈنگز کی بالکونیوں میں رسیوں پہ کپڑے سوکھتے دکھائی دے رہے تھے۔ اتوار کے

باعث شاید ساری عمارت کی عورتوں نے واشنگ مشین لگا رکھی تھی۔ ایسے میں تالیہ بنت مراد ایک فلیٹ بلڈنگ کی گندی میلی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔

وہ مالے طرز کا حجاب پہنے ہوئے تھی۔ اسکرٹ اور لمبی قمیص جیسا لباس اور اس کے اوپر کس کے لیا گیا اسکارف جس پہ مزید ایک دوپٹہ پھیلا رکھا تھا۔ آنکھوں پہ نظر کا چشمہ لگا تھا اور وہ پہلے سے مختلف نظر آ رہی تھی۔ تیسری منزل کے ایک دروازے کے سامنے وہ رکی اور بیل بجائی۔

''آ رہی ہوں۔'' عورت کی آواز سنائی دی جیسے وہ تکلیف میں آہستہ آہستہ چلتی دروازے تک آ رہی ہو۔ پھر دروازہ کھل گیا اور ایک ادھیڑ عمر عورت نظر آئی جس کا چہرہ کریلے کے خول کی مانند جھریوں زدہ تھا اور سفید سرمئی بال چوٹی میں گندھے تھے۔ نظر کے موٹے چشمے سے اس نے سامنے کھڑی لڑکی کے چہرے کو دیکھا تو چہرہ کھل اٹھا۔

''تا....تالیہ....آؤ آؤ۔ بڑے عرصے بعد آئیں تم....آ جاؤ....'' انہوں نے خوشی سے اسے راستہ دیا۔ وہ سلام کر کے سر جھکائے اندر داخل ہوئی۔ وہ تنگ و تاریک سا فلیٹ تھا۔ سامنے ایک لاؤنج نما چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں صوفے رکھے تھے۔ خاتون گھٹنوں کے درد کے باعث ٹیڑھی سیدھی چلتی آگے آئیں، صوفوں سے کپڑے ہٹائے اور بیٹھنے کو جگہ بنائی۔

''آؤ بیٹھو۔ آج مشین لگا رہی تھی تو سارا گھر کپڑوں سے بھرا پڑا ہے۔ حالانکہ ایک میرے کتنے کپڑے ہوتے ہیں۔ تم بیٹھو میں شربت لاتی ہوں۔''

''اوکے مسز ماریہ۔'' وہ مسکرا کے بیٹھ گئی۔ وہ گئیں تو اس کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوئی اور اس پہ خفگی نظر آنے لگی۔ جسے اس نے پھر سے مصنوعی مسکراہٹ کے پردے میں چھپا لیا۔

کچھ دیر بعد وہ اس کے سامنے شربت کی ٹرے رکھ رہی تھیں۔ ''اتنا اچھا لگتا ہے تمہیں یوں دیکھ کے۔ ابھی تک سکول میں پڑھا رہی ہو؟''

''جی۔'' وہ مسکرا کے بولی۔ ''دینیات اور میتھس پڑھاتی ہوں۔'' وہ نظریں جھکا کے شرافت سے بولی تھی۔

''شوہر، بچے، سب ٹھیک ہیں۔''

''جی۔ بچے اسکول گئے ہوئے تھے تو میں وقت نکال کے آ گئی۔'' اسکام آرٹسٹ کی مسکراہٹ ویسی ہی سادہ تھی۔

''کبھی ان کو ساتھ بھی لے آؤ مجھ سے ملوانے۔ صرف تصویریں دکھائی ہیں تم نے اب تک۔'' انہوں نے شکوہ کیا۔

''بس جب آپ سے ملتی ہوں تو اپنا آپ بھی بچہ لگنے لگتا ہے۔ آپ یتیم خانے کی منتظم تھیں اور تین سال میرا وہاں خیال رکھا تھا آپ نے۔ آپ کے ساتھ بیٹھ کے پرانی باتیں یاد کرنے کا دل کرتا ہے مسز ماریہ۔'' بات موڑ دی۔

''خوش رہو، جیتی رہو۔'' انہوں نے گہری سانس لی۔ ''جو بچے چھوڑ جاتے ہیں یتیم خانہ، وہ کبھی واپس نہیں آتے۔ مگر جس طرح

تم واپس آ جاتی ہو' پیسے بھیجتی رہتی ہو۔ دل بہت خوش ہوتا ہے۔"

شربت سے بھرا گلاس دونوں کے درمیان اَن چھوا رکھا تھا۔ تالیہ نے اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ بس نظریں ان کے بیمار زرد چہرے پہ جمائے رکھیں۔ "مسز ماریہ.... آپ کو کبھی علم نہیں ہو سکا کہ مجھے وہاں کون چھوڑ گیا تھا۔"

"یہ معمہ میں بھی کبھی حل نہیں کر سکی۔ رات کو چرچ بند ہوتا تھا۔ صبح جو پہلا بندہ ادھر گیا' اس کو تم وہیں ملی تھی۔"

"مجھے وہ سب یاد ہے۔ وہ اتوار کا دن تھا۔ آپ عبادت کے لئے جلدی آ گئی تھیں اور مجھے روک کے کچھ پوچھا تھا آپ نے۔"

"ہاں' میں پھر تمہیں یتیم خانے لے آئی۔ وہیں پولیس بھی بلائی۔ مگر کوئی بھی تمہارے ماں باپ کو نہیں ڈھونڈ سکا تھا۔ تمہارے کپڑے عجیب سے تھے۔ پھٹے پرانے میلے کچیلے۔ تمہیں میں نے نئے کپڑے دیے تمہیں تیار کیا۔ اور...." وہ یاد کر کے ذرا جوش سے بولے جا رہی تھیں کہ تالیہ ایک دم بولی۔ "مجھے میرے ماں باپ مل گئے ہیں مسز ماریہ۔" مسز ماریہ رکیں۔ منہ کھل گیا۔ بے یقینی سے تالیہ کو دیکھا جس کی عینک کے پیچھے چھپی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تیر رہے تھے اور وہ خوشی سے بتا رہی تھی۔

"ایک ویب سائٹ گمشدہ بچوں کو ان کے ماں باپ سے ملاتی ہے۔ میں نے اپنے بچپن کی تصویر ڈالی تو ایک جوڑے نے مجھ سے رابطہ کیا۔ وہ مالے ہیں مگر امریکہ میں رہتے ہیں۔ میں نے ان کو اپنی ڈی این اے رپورٹ بھیجی تو وہ میچ کر گئی۔ اب میں امریکہ جا رہی ہوں۔"

"واؤ تالیہ.... واؤ۔" وہ خوشگوار سی گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دبائے کہنے لگیں۔ "میں بہت خوش ہوں تمہارے لئے۔ یہ تو انہونی ہو گئی۔ مگر اس وقت وہ کیوں نہیں آئے تھے تمہیں کلیم کرنے؟"

"ان کی مجبوریوں کی لمبی داستان ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اغوا کیا گیا تھا لیکن...." وہ ٹھہری۔ آواز رازدانہ سرگوشی میں بدلی اور آگے کو جھکی۔ "انہوں نے بیس ہزار ڈالر کا انعام دینے کا وعدہ کیا ہے میرے کیئر ٹیکرز کو۔ میری لاہور والی فیملی اتنی اچھی نہیں تھی' میں نہیں چاہتی یہ انعام ان کو ملے۔ میں چاہتی ہوں یہ یتیم خانے کے لوگوں کو ملے یعنی آپ کو ملے۔" اسکام آرٹسٹ نے پہلا پتہ پھینکا۔

"بیس ہزار ڈالر؟" ان کی آنکھیں کھل گئیں۔

"جی مسز ماریہ' وہ بہت امیر لوگ ہیں۔ میرے بعد ان کی اولاد نہیں ہوئی۔ وہ خوشی میں کر رہے ہیں یہ سب۔ مگر.... ایک مسئلہ ہے۔"

"کیا؟" ان کی سانس اٹک گئی۔

"وہ چاہتے ہیں کہ میں یہ ثابت کر کے دوں کہ آپ واقعی مجھے چرچ میں ملی تھیں۔ ظاہر ہے اتنی بڑی رقم دینے سے پہلے ان کو گارنٹی چاہیے کہ آپ واقعی میری کیئر ٹیکر تھیں یا نہیں۔"

"میں.... میں کیسے ثابت کروں؟" وہ بالکل سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھیں اور مارے جذبات کے اس کے ہاتھ پکڑ لئے تھے۔

"آپ کوئی نشانی بتا سکتی ہیں۔ کوئی ایسی بات جو صرف آپ کو ہی معلوم ہو سکتی ہو۔ اصل میں...." اس نے لہجے کو سرسری بنایا۔

نگاہیں ایک لمحے کو بھی خاتون کے چہرے سے نہیں ہٹائی تھیں۔ ''کل.... میں مال میں ایک بریسلیٹ دیکھ رہی تھی.... تو مجھے یاد آیا.... چرچ کا منظر.... میری یادداشت اچھی ہے کافی.... چرچ سے لے کر اب تک سب یاد ہے مجھے..... پہلے یہ بات مجھے اہم نہیں لگی تھی مگر کل.... اپنے ماں باپ کے ملنے کے بعد.... مجھے یاد آیا کہ میری کلائی میں ایک بریسلیٹ تھا' جس پہ سونے کی ایک چابی بنی تھی۔ صرف پہلے منظر میں مجھے وہ یاد ہے۔ پھر وہ پتہ نہیں کہاں گیا۔ اگر آپ اس کے بارے میں کچھ بتا دیں تو....'' وہ بنا پلک جھپکے مسز ماریہ کو دیکھ رہی تھی جن کا چہرہ ایک دم پھیکا پڑا تھا۔

''وہ؟'' وہ چپ ہو گئیں۔

''چلیں اگر آپ کو نہیں یاد تو کوئی بات نہیں۔ میں اپنے والدین کو یتیم خانے والے قاسم صاحب کا نام دے دیتی ہوں تا کہ....'' وہ اٹھنے لگی تو انہوں نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھاما۔

''نہیں نہیں..... قاسم نے کیا کیا تمہارے لئے؟ مجھے یاد ہے میں بتاتی ہوں۔'' انہوں نے ہڑبڑا کے اسے روکا۔ ''تمہارے ہاتھ میں ایک بریسلیٹ تھا۔ اصل میں وہ چابی تھی جس کی سنہری چین کو تم نے کلائی پہ پہن رکھا تھا۔ میں نے وہ تمہارے ہاتھ سے اتاری تو وہ ایک دم ٹوٹ گئی۔ مجھے نہیں پتہ تالیہ یہ کیسے ہوا مگر اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سکہ الگ ہو گیا اور بریسلیٹ پہ ڈلی سی رہ گئی۔ مجھے تمہاری نگہداشت کرنی تھی' تمہارے لئے یتیم خانے میں جگہ بنانی تھی' فنڈز نہیں تھے' میں کیا کرتی تالیہ۔''

''اٹس اوکے۔'' تالیہ نے نرمی سے ان کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھا۔ ''آپ نے وہ چرا لیا کیونکہ آپ کو پیسے چاہیے تھے' میں اس بات کو سمجھ سکتی ہوں۔'' پھر اس نے سیل فون کی اسکرین سامنے کی۔ ''کیا وہ ایسا تھا؟''

انہوں نے غور سے اسکرین کو دیکھا۔ ''ہاں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کوئی ایسا ہی ڈیزائن تھا۔ اتنے سال ہو گئے اب یادداشت جواب دینے لگی ہے۔ آئی ایم سوری مگر میری مجبوری تھی۔'' ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ''میرا ایک رشتہ دار سنار تھا' میں نے وہ اس کو بیچ دیا۔ وہ عجیب سی چیز تھی۔ مجھے اس سے خوف آتا تھا۔ مگر اس کے جانے کے بعد تم چپ ہو گئیں بالکل۔''

تالیہ نے بے اختیار صوفے کی گدی مٹھی میں بھینچ لی۔ اس کا سانس اٹک گیا تھا۔ ''اس کے بعد چپ ہوئی؟ مگر آپ لوگ تو کہتے تھے کہ میں ہمیشہ سے چپ تھی' مجھے کچھ یاد نہیں تھا۔''

''نہیں۔ پہلے چند منٹ جب تک تمہارے ہاتھ میں بریسلیٹ تھا' تم نے کچھ باتیں کی تھیں۔ وہ تمہارے ہاتھ میں چمکتی تھا۔ جیسے اس سے روشنی نکلتی ہو۔ میں نے اسے تمہاری کلائی سے اتارا تو وہ بجھ گیا اور چابی دو ٹکڑے ہو گئی۔ مجھے اس سے خوف آیا تھا تالیہ۔''

''میں نے.... کیا باتیں کی تھیں۔'' اس نے رندھے گلے سے پوچھا تھا۔

''صحیح الفاظ یاد نہیں۔ اتنے سال بیت گئے اب تو تالیہ مگر اتنا یاد ہے کہ تم نے کہا تھا گاؤں والے مصیبت میں ہیں۔ تم ان کے لئے مدد لینے آئی ہو ورنہ سب مر جائیں گے۔ تم نے کہا تمہیں ان سب کو بچانا ہے۔ میں نے پوچھا یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو تم نے کہا یہ

میرے بابا نے مجھے دی ہے۔ میں نے تمہارا نام پوچھا تو تم نے کہا تالیہ بنت مراد۔لیکن جب میں نے وہ بریسلیٹ اتارا تو تم خاموش ہو گئیں' جیسے تمہیں سب بھول گیا ہو۔''

تالیہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے مگر اب کی بار وہ اصلی آنسو تھے۔''اور کچھ۔''

''اور مجھے یاد نہیں۔کیا یہ کافی ہو گا تمہارے ماں باپ کو یقین دلانے کے لئے؟''

''ہوں؟'' وہ چونکی۔پھر اپنی کور اسٹوری یاد آئی تو زبردستی مسکرائی۔''میں ان کو بتا دوں گی۔اب میں چلتی ہوں۔'' وہ کھڑی ہو گئی۔

''انعام کی رقم کب تک ملے گی؟'' وہ بے قراری سے اس کے ساتھ کھڑی ہوئیں۔وہ بدقت مسکرا کے ان کو تسلی دلانے لگی۔

☆......☆......☆

رات اس پوش علاقے پہ اپنے پر پھیلائے اتری تو حالم کے اس اونچے عالیشان گھر کی بیرونی بتیاں جگمگاتی دکھائی دینے لگیں۔

لاؤنج میں البتہ اندھیرا تھا' صرف بڑی سی ٹی وی اسکرین چمک رہی تھی جس کے سامنے وہ دونوں صوفے پہ بیٹھی تھیں۔

داتن نے سیاہ کھلا لباس پہن رکھا تھا اور ٹانگوں کی قینچی بنا رکھی تھی۔گود میں پاپ کارن کا پیالہ تھا جس سے وہ بھنے ہوئے تازہ خستہ پاپ کارن نکال نکال کر منہ میں ڈال رہی تھی۔نظریں اسکرین پہ جمی تھیں جہاں ایک مالے گیم شو چل رہا تھا۔ایک فیملی گھر جیتنے ہی والی تھی اور داتن کی سانس رک رک کے آ رہی تھی۔

ساتھ پیر اوپر کر کے بیٹھی تالیہ دور خلا میں گھور رہی تھی۔گم صم۔کسی اور دھیان میں۔سیاہ بال ہیئر بینڈ لگا کر پیچھے کر رکھے تھے اور سفید شرٹ پہن رکھی تھی۔انگلی بے مقصد سی صوفے کے ہاتھ پہ بنے ڈیزائن پہ پھیر رہی تھی۔

''آخری راؤنڈ....اُف اللہ۔'' داتن ذرا آگے ہوئی۔

''وہ چابی میری تھی' داتن۔وہ میرے باپ نے بنائی تھی۔''

داتن چونکی اور گردن اس کی طرف پھیری۔وہ اسی طرح صوفے کے ڈیزائن پہ انگلی پھیرتی بے خودی سی بولے جا رہی تھی۔سیاہ آنکھوں میں زمانے بھر کی اداسی تھی۔

''میں آج مسز ماریہ سے ملنے گئی تھی۔'' الفاظ اس کے لبوں سے بہتے جا رہے تھے گویا مکئی کے دانے ہوں جو حدت ملنے پہ چیخ چیخ رہے ہوں۔وہ کہے جا رہی تھی اور داتن بھٹے کی خستہ خوشبو سے دہک سی گئی تھی۔اس کے ماتھے پہ بل پڑ گئے' آنکھوں میں غصہ ابھر آیا۔

''اس نے تمہارا بریسلیٹ بیچ دیا؟ اُف اُف۔خبردار جو آئندہ تم نے مسز ماریہ کی کوئی مالی مدد کی۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ وہ ایک بددیانت چور ہے!''

''اور میں کیا ہوں؟'' اس نے سادگی سے داتن کو دیکھا تو وہ ناک سکوڑ کے رہ گئی۔

''اس عورت نے تین سال میرا خیال رکھا جب مجھے کوئی اور لینے نہیں آیا۔ مجھے ان پہ تھوڑا غصہ آیا تھا مگر مجھے ان سے گلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

''خیر....اب کیا کرنا ہے؟''

''تم بریسلیٹ تلاش کرو' میں سکے کو تنکو کامل کے لاکر سے چوری کرتی ہوں۔کل جب مہمانوں کا رش ہوگا تو میں موقع دیکھ کے اسٹڈی میں چلی جاؤں گی۔''

''کیا تم وہ چابی صرف پیسوں کے لئے چرانا چاہتی ہو تالیہ؟''

تالیہ نے گہری سانس لی' داتن کو دیکھا اور مٹھی بھر کے پیالے سے پاپ کارن اٹھائے۔''جب تک مجھے یہ یاد نہیں آیا تھا کہ وہ میری چابی ہے' میں اسے دولت کے لئے ہی چرانا چاہتی تھی' مگر اب....'' اس نے اسکرین کو دیکھتے ہوئے پاپ کارن پھانکے۔اور بند ہونٹ ہلاتے ہوئے انہیں چبانے لگی۔ لمحے بھر کو لاؤنج میں سناٹا چھا گیا۔داتن اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جو ٹی وی اسکرین کی نیلی روشنی میں دمک رہا تھا۔

''مگر اب شاید مجھے میرے تمام سوالوں کے جواب بھی مل جائیں' میں کون ہوں' کہاں سے آئی ہوں۔سب معلوم ہو جائے۔''

''اور تمہارے ماں باپ۔تم ان سے نہیں ملنا چاہتی؟ اور وہ گاؤں والے جن کا تم نے ذکر کیا تھا؟''

''سچ کہوں تو نہیں' داتن۔میں اپنی زندگی میں خوش ہوں۔مجھے ان سے نہیں ملنا۔اور میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ وہ دیکھیں' میں کیا بن گئی ہوں۔'' تلخی سے مسکرا کے وہ اسکرین کو دیکھنے لگی۔اس کا ذہن کہیں اور تھا۔مسز ماریہ کی آواز ہر جگہ گونج رہی تھی۔

(تم نے کہا تھا' گاؤں والے مصیبت میں ہیں۔تم ان کے لئے مدد لینے آئی ہو ورنہ سب مر جائیں گے۔تم نے کہا تمہیں ان سب کو بچانا ہے۔)

مگر اس نے سر جھٹکا۔(مجھے کسی کو نہیں بچانا۔مجھے کسی کی مدد نہیں کرنی۔اب تک تو سب مر کھپ گئے ہوں گے۔مجھے صرف چابی کو اچھے داموں بیچنا ہے۔تاریخی نوادرات مہنگے داموں بک جاتے ہیں۔میرے خواب....ایک جزیرے پہ ایک اونچا محل....بس مجھے یہی سوچنا ہے۔)

''ویسے کل کون آ رہا ہے تنکو کامل کے گھر؟'' داتن کی بات نے اس کو گہری سوچ سے نکالا۔''پتہ نہیں۔'' اس نے شانے اچکائے۔''جب بڑے لوگ بڑے لوگوں کے گھروں میں آتے ہیں تو وہ ہم چھوٹے لوگوں کو تفصیلات نہیں بتاتے۔سیکیورٹی پروٹوکول۔''

مگر داتن جواب سنے بنا اسکرین کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔فیملی آخری راؤنڈ میں تھی گھر جیتنے کے بہت قریب۔

☆......☆......☆

صبح سے تنگو کامل کے گھر صفائی اور تیاریوں کا ایسا سماء بندھا تھا کہ چند ایک بار تو تالیہ نے بٹلر کو روک کے پوچھنا چاہا کہ آخر آ کون رہا ہے؟ مگر پھر ارادہ بدل دیا۔ کون سا وہ بتا دے گا۔ ہونہہ۔

مسز شیلا کامل مضطرب اور پر جوش سی کچن میں ایک ایک چیز اپنی نگرانی میں تیار کروا رہی تھیں۔ باریک ہیل پہنے وہ بالوں کو پارلر سے سیٹ کروائے بے حد خوش اور نروس نظر آ رہی تھیں۔ مگر جب انہوں نے تالیہ اور تسنیم کو کھانا لانے کی ترتیب کی ہدایت دینا شروع کی تو تالیہ کے ابرو حیرت سے اکٹھے ہوئے۔

''پچیس منٹ؟ صرف پچیس منٹ کے لئے وہ لوگ آ رہے ہیں کیا؟ مسز کامل نے اسے یوں دیکھا گویا اس کی عقل پہ افسوس کیا ہو۔ ''ہاں تالیہ۔ پچیس منٹ بھی بہت ہیں۔'' اور ناک سے مکھی اڑاتی آگے بڑھ گئیں۔ تسنیم نے کندھے اچکا دیے۔ کسی ملازم کو اندازہ نہ تھا کہ مہمان کون تھے۔ بس بٹلر نے کام کے دوران اتنا بتایا کہ سر کے کلاس فیلو اوران کی بیگم ہیں۔ تسنیم نے بٹلر کے آگے بڑھتے ہی اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''کامل صاحب کے کلاس فیلو ہیں تو اچھے خاصے بوڑھے ہوں گے۔ آخر ایک بوڑھے اور بڑھیا کے آنے پہ اتنا ہنگامہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟''

تالیہ بے اختیار ہنس دی۔ پھر اس کے جانے کے بعد اس نے اپنے ایپرن پہ سامنے ہاتھ رکھ کے نقلی زیورات کی موجودگی کی تصدیق کی جو پوٹلی کی صورت بیلٹ کے ساتھ اس کی کمر سے بندھے تھے۔ لاکر کھول کے زیورات ادل بدل کرنے کے لیے پچیس منٹ بھی کافی تھے۔

شام ڈھل گئی اور گھر پہ اندھیرا چھانے لگا۔ مالے گھر بھی کراچی کے بنگلوں جیسے تھے۔ ویسے ہی لان' پورچ' ڈرائیوے اور سامنے گیٹ۔ اونچی چار دیواری۔ کچن کی کھڑکی سے لان نظر آتا تھا۔ وہاں تنگو کامل اپنے بیوی بچوں سمیت کب سے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔

تالیہ منہمک سی کھڑی سلاد پلیٹ میں سجا رہی تھی جب باہر پر رونق سا شور مچا۔ تسنیم اور نور (ساتھی ملازمائیں) لپک کے کھڑکی میں جا کھڑی ہوئیں۔ گاڑیوں کے اندر آنے اور دروازوں کے کھلنے بند ہونے کی آوزوں کے ساتھ دعا سلام بھی گونجا تھا۔ تالیہ مزے سے سلاد کے قتلے ڈش میں سجاتی گئی۔

''او خدایا۔ اُف اُف۔ کیا تم نے انہیں دیکھا؟'' کھڑکی سے باہر جھانکتی تسنیم نے مہمانوں کو گاڑی سے اترتے دیکھا تو مارے جوش کے اس نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔ نور باقاعدہ اوپر نیچے اچھلی پھر دانتوں میں انگلیاں دبا لیں۔

''اُف.... یہ تو.... مجھے یقین نہیں آ رہا۔''

''انہوں نے گرے سوٹ پہن رکھا ہے۔''

''وہ ان کی وائف کو دیکھو۔ اس نے صبح یہی ڈریس مارننگ شو کے انٹرویو میں پہنا ہوا تھا۔ اُف اُف۔'' ان دونوں کے چہرے سرخ پڑ کے تمتما رہے تھے اور وہ کبھی منہ پہ ہاتھ رکھتیں، کبھی ایک دوسرے کا ہاتھ مارے جوش کے پکڑتیں۔ تالیہ نے گردن اٹھا کے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا اور افسوس سے سر جھٹکا۔

(خیر.... یہ بے چاریاں ملازمائیں ہیں، امیر اور مشہور لوگ دیکھنے کا موقع کہاں ملتا ہے ان کو۔ ان کا ایسا جذباتی ہونا بنتا ہے۔)

اس نے سلاد کی ڈش رکھی اور تسلی سے ہاتھ رومال سے پونچھتی آگے آئی۔ ان دونوں کے قریب رکی اور باہر جھانکا۔

گارڈز اور چند افراد کے ہمراہ وہ دونوں میاں بیوی کار سے اتر چکے تھے اور میزبانوں سے مل رہے تھے۔ گرے سوٹ والا آدمی دراز قد اور دبلا پتلا تھا۔ فٹ اور اسمارٹ۔ مسٹر کامل سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس کی پشت تالیہ کی طرف تھی۔ پھر وہ پلٹا تو تنکو کامل کے بیٹے علی کے قریب ٹھہرا۔ علی نے اس کا ہاتھ تھاما اور چوم کے آنکھوں سے لگایا۔ یہ مالے لوگوں کا بڑوں سے ملنے کا طریقہ تھا۔ اور تب تالیہ نے اس آدمی کا چہرہ دیکھا۔

''ہا!'' اس نے بے اختیار ہونٹوں پہ ہاتھ رکھا تھا۔ آنکھیں شاک سے پھیل گئیں، سانس اٹک اٹک گئی اور رنگت گلابی پڑنے لگی۔

''اوہ گاڈ.... اوگاڈ۔'' اس نے بے یقینی سے نورا اور تسنیم کو دیکھا جو اتنی ہی بے یقینی سے اور خوشی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

وہ شخص اب مسکرا کے بچے کا سر تھپک رہا تھا، پھر چہرہ کامل صاحب کی طرف موڑ کے کچھ کہنے لگا۔ اور ادھر تالیہ مراد کھڑکی میں ہکا بکا سی کھڑی تھی۔ نورا نے اس کا کندھا ہلایا۔ ''تمہارا فون بج رہا ہے تالیہ۔''

وہ چونکی، پھر ایپرن کی جیب سے فون نکال کر بغیر دیکھے کان سے لگایا۔ نظریں وہیں باہر جمی تھیں۔ دوسرا ہاتھ ابھی تک ہونٹوں پہ تھا۔ اُف۔

''بریسلیٹ کا پتہ چل گیا تالیہ۔ اور تم یقین نہیں کرو گی کہ وہ کس کے پاس ہے۔'' وہ جوش سے بتا رہی تھی۔ ''میری اس شخص سے بات ہوئی ہے جس نے آخری دفعہ اسے بیچا ہے۔ اس سے ایک آدمی نے خریدا تھا وہ بریسلیٹ اپنی بہن کی سالگرہ کے لئے اور جانتی ہو اس کی بہن کس کی بیوی ہے؟''

''شاید میں جانتی ہوں۔'' وہ نظریں باہر ٹکائے بے خودی سی کہہ رہی تھی۔

وہ پورچ میں کھڑا، علی بن کامل کی طرف اشارہ کر کے اس کے باپ سے کچھ پوچھ رہا تھا۔ یا شاید بچے کی تعریف کر رہا تھا۔ وہ دراز قد تھا، کسرتی جسم والا بے حد فٹ اور تیز چلنے والا آدمی.....

''نہیں تم نہیں جانتیں۔ اس کی بہن کا شوہر اس ملک کا سب سے پاپولر لیڈر ہے.....''

اس کی رنگت صاف تھی' بے حد صاف' نقوش چینی تھے' مگر بہت پرکشش۔ وجیہہ چہرہ اور چمکتی ہوئی خوبصورت آنکھیں۔ وہ اب تنگو کامل کی بات پہ مسکرا رہا تھا۔

''باریسن نیشنل کا ہونے والا نیا صدر.....''

اس کے بال سیاہ تھے اور نفاست سے برش کر کے پیچھے کر رکھے تھے۔ کانوں کے اوپر سے وہ سفید تھے جو اس کے چہرے کی نرمی اور وقار میں اضافہ کرتے تھے۔ وہ اڑتالیس برس کا تھا مگر اپنی فٹنس اور جوان نظر آتے چہرے کے باعث عمر سے دس پندرہ برس کم دکھائی دیتا تھا۔

''....ہمارے ملک کا اگلا وزیرِ اعظم.....وان فاتح رامزل....اس کے گھر ہے تمہارا بریسلیٹ' تالیہ۔''

بے یقین سی تالیہ ہنوز باہر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ دونوں ملازمائیں باہر بھاگ چکی تھیں۔

''اور اگر میں تمہیں یہ کہوں داتن کہ وان فاتح بن رامزل اس وقت میرے سامنے کھڑا ہے تو کیا تم یقین کرو گی؟'' وہ بے خودی کے عالم میں کہہ رہی تھی۔ دوسری طرف داتن نے گہری سانس بھری تھی۔

''تالیہ....میں جانتی ہوں اس کا نام سن کر تم صدمے اور Fan Moment کی ملی جلی کیفیت میں ہو' اس لئے کوئی بات نہیں' ٹھنڈا پانی پیو اور پھر لاکر کی طرف جاؤ۔ بریسلیٹ کا ابھی نہ سوچو۔'' اس کے الفاظ نے کوئی بلبلہ سا پھاڑ دیا تھا۔ تالیہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔

''چپ کرو' موٹی کالی مرغی!'' وہ جل کر بولی اور فون بند کر کے جیب میں رکھا پھر کھڑکی سے باہر جھانکا تو پورچ اب خالی تھا۔ یقیناً مہمانوں کو لے کر میزبان اندر ڈرائنگ روم میں چلے گئے تھے۔ اس نے بے قراری سے کچن کے دروازے کو دیکھا۔ سب ملازم مہمانوں کے آگے پیچھے بھاگ چکے تھے۔ وہ جائے یا نہیں؟

اونہوں۔ اس نے گہرے گہرے سانس لے کر خود کو کمپوز کرتے ہوئے Fan Moment سے نکلنے کی کوشش کی۔ کندھے اچکائے اور سینے پہ بازو لپیٹ کر وہیں کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ ''میں نہیں جاؤں گی۔ میں کوئی باقی لوگوں کی طرح فاتح رامزل کی اتنی بڑی فین تھوڑی ہوں جو اپنے ذاتی وقار اور خود اعتمادی کو پسِ پشت ڈال کر چھوٹے لوگوں کی طرح سیلیبرٹی کے آگے پیچھے بھاگتی پھروں۔ ہونہہ۔'' وہ اسی طرح اکڑ کے کھڑی رہی۔ چند سانسیں لیں۔ پھر ایک دم بازو نیچے گرائے اور باہر کو بھاگی۔

(مٹی ڈالو وقار اور اعتماد پہ۔ وہ فاتح رامزل ہے۔ اُف۔ دی فاتح رامزل۔) تیز تیز دوڑتی وہ ڈرائنگ روم کے دروازے تک آئی تھی۔ چہرہ خوشی سے گلابی سا تمتمانے لگا تھا۔ ملازمائیں وہاں پہلے سے کھڑی پرجوش سی سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ ان کے پاس آرکی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا مگر یہاں سے صرف کامل صاحب اور مسز کامل بیٹھے نظر آتے تھے۔ مہمان نہیں۔ تبھی بٹلر باہر نکلا اور سخت لہجے میں تالیہ کو مخاطب کیا۔ ''جوس تم سرو کرو گی۔ جلدی۔''

اس کی رنگت مزید گلابی پڑ گئی۔ جھٹ سر ہلایا اور کچن کی طرف بھاگی۔ جلدی جلدی ٹرے لگائی اور ڈرائنگ روم تک آئی ۔دروازے پہ لگے بیضوی آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ سائیڈ کی مانگ نکال کر بالوں کو کس کر جوڑے میں باندھے' وہ سرمئی سفید یونیفارم میں ملبوس تھی۔ چہرہ دھلا دھلایا اور آنکھیں سبز تھیں۔ وہ زیادہ اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ اُف خیر ہے۔ اس نے سر جھٹکا اور اندر داخل ہوئی۔

ڈرائنگ روم میں تیز اے سی چل رہے تھے مگر اس کے ہاتھوں پہ پسینہ آرہا تھا۔ ٹھنڈے ماحول کو زرد لیمپس کی روشنیوں نے مزید مسحور کن اور پرفسوں بنا رکھا تھا۔ میزبان جوڑے کے علاوہ مہمان جوڑا اور تین افراد بیٹھے تھے۔ فاتح رامزل سامنے والے صوفے پہ موجود تھا۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' ایک بازو صوفے کی پشت پہ پھیلائے' وہ مدھم مسکراہٹ کے ساتھ چہرہ ذرا موڑے کامل صاحب کی بات سن رہا تھا۔ برابر میں اس کی بیوی بیٹھی تھی۔ اس کے بال بھورے سرخ ڈائی تھے' اور ہاف باندھ رکھے تھے۔ وہ بالکل سپاٹ چہرہ لیے ہوئے تھی۔ آنکھیں بے جان تھیں۔ وہ دونوں ٹرے اٹھائے آتی ملازمہ کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ تالیہ باری باری سب کے پاس رک کر جوس پیش کرنے لگی۔

''سوری میں آپ کی بات کاٹ رہی ہوں۔'' جذباتی سی مسز کامل نے اپنے شوہر کی بات ٹوکتے ہوئے مسکرا کے کہا۔ ''مگر وان فاتح رامزل اور مسز رامزل.... آپ دونوں کا ایک دفعہ پھر شکریہ کہ آپ نے ہمارے گھر کو رونق بخشی۔''

''مائی پلیژر۔'' وہ بھاری مسکراتی آواز میں بولا تھا۔ تالیہ کی اس طرف پشت تھی.... یہ آواز.... یہ شخص.... یہی تھا اس کے خواب میں.....(میرے ساتھ رہو..... میرے ساتھ رہو۔) اس نے سر جھٹکا۔ اور جھک کے اگلے صاحب کے سامنے ٹرے کی۔

''کیا یہ درست ہے سر کہ آپ استعفیٰ دے رہے ہیں اور واپس امریکہ شفٹ ہو رہے ہیں؟ ہم نیوز میں سنتے رہتے ہیں۔'' کامل صاحب کے سوال پہ تمام نظریں فاتح رامزل کی جانب اٹھی تھیں۔ وہ جواباً کھنکھارا۔

''دیکھو تنکو کامل.... بات یہ ہے کہ فاتح بن رامزل جیسا انسان جو دو دفعہ امریکہ میں اسٹیٹ اٹارنی کا الیکشن لڑ کے منتخب ہوا تھا' اور جس کے زمانے میں اسٹیٹ اٹارنی آفس میں پراسیکیوشن کا ریکارڈ مثالی رہا تھا.... اور جو پندرہ سال پہلے امریکہ چھوڑ کے..... امریکی شہریت چھوڑ کے صرف ملائے قوم کے لئے واپس آیا تھا' اس آدمی کو اتنی لمبی اسٹرگل کے بعد اگر باریسن پارٹی کا صدر منتخب ہونے کے لئے اور فنڈز حاصل کرنے کے لیے بادشاہ کے محل میں ہر روز ماتھا ٹیکنا پڑے جیسے وہ عظیم بدھا ہو اور میں ایک پجاری' تو نہیں' فاتح یہ نہیں کرے گا۔ مجھ سے یہ منافقت نہیں ہوتی کیونکہ ہمارے بادشاہ اور ہمارے وزیرِ اعظم دونوں کو اس وقت جیل میں ہونا چاہیے۔ ہاں' میں جیل میں ان دونوں کو ہر ہفتے وزٹ کرنے کے لئے تیار ہوں۔'' اس بات پہ قہقہہ پڑا تھا۔ (مگر فاتح رامزل نے سوال کا جواب نہیں دیا۔) وہ سوچتے ہوئے سپاٹ چہرہ بنائے اب بڑے صوفے تک آرکی تھی۔ فاتح رامزل کے ایک طرف سے جھک کے ٹرے پیش کی۔ کپکپاتی پلکیں اٹھا کے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ تنکو کامل کو دیکھ رہا تھا' مسکرا کے۔ ایک شان بے نیازی سے۔ تالیہ کھڑی رہی تو مسز فاتح نے ایک نظر اسے دیکھ

کے ہاتھ سے نفی کا اشارہ کیا۔ (وہ یہ جوس نہیں پیتے۔) تالیہ آگے بڑھ گئی۔ دل بجھ سا گیا تھا۔

باہر جا کر وہ وہیں دروازے کی اوٹ میں ٹھہر گئی۔ مسز کامل کہہ رہی تھیں۔

"لیکن آپ ایک ممبر پارلیمنٹ ہیں سر' کیا آپ واقعی استعفیٰ دے رہے ہیں؟"

"تنکو شیلا...." وہ ہر ایک کو اس کے فرسٹ نیم سے پکار رہا تھا۔ "میں سیاست میں طاقت یا دولت حاصل کرنے نہیں آیا تھا۔ فاتح بن رامزل ایک Dreamer ہے۔ ایک وژنری۔ جو ایک بہتر ملائیشیا کا خواب دیکھتا ہے۔ مگر مالے قوم کا اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہماری رولنگ پارٹی اتنی بھاری اکثریت سے منتخب ہوتی آ رہی ہے کہ پارلیمنٹ میں اس کی کوئی اپوزیشن ہی نہیں رہ گئی۔ کوئی بھی جمہوری گورنمنٹ تب تک صحیح کام نہیں کر سکتی جب تک اس کے خلاف اپوزیشن نہ ہو۔ زندگی کے ہر مقام پہ یہ مخالفت ہوتی ہے جو ہم سے ہماری اصلاح کرواتی ہے اور ہم بہتر کام کرتے ہیں۔ اگر باریسن پارٹی ایک اچھی اپوزیشن نہیں بننا چاہتی' اگر پارلیمنٹ خود کو مضبوط نہیں کرتی تو اخلاقی طور پہ پارٹی صدر بننے یا ممبر پارلیمنٹ رہنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔"

باہر کھڑی تالیہ مسکرا دی۔ (اس نے پھر سے استعفے کا جواب نہیں دیا۔ آہ۔ سیاستدان۔)

دفعتاً اس نے گھڑی دیکھی۔ دس منٹ گزر چکے تھے۔ پندرہ رہتے تھے۔ ایک بے قرار نظر ڈرائنگ روم پہ ڈال کے وہ چپکے سے وہاں سے کھسک آئی۔

اسٹڈی کی بتی اس نے نہیں جلائی۔ پینسل ٹارچ جلا کر آگے آئی۔ لاکر کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھی اور لاکر پہ لگا گول چکر آہستہ آہستہ گھمانے لگی۔ چند ایک کلک ہوئے پھر دروازہ کھٹ سے کھل گیا۔ اس نے پوٹلی نکالی اور لاکر کھول کے زیورات کے ڈبے باہر نکالنے لگی۔ ایک دم وہ ٹھٹک گئی۔ ادھر ادھر ہاتھ مارا۔

سکے والا باکس غائب تھا۔ اوہ نو۔ تالیہ نے پریشانی سے سارا لاکر کھنگال دیا مگر وہ وہاں نہیں تھا۔ اس نے بے بسی بھرے غصے سے زیورات کو ادل بدل کیا' لاکر بند کیا' اصل زیورات یونیفارم میں چھپائے اور باہر نکل آئی۔

اب کے اس نے نور اور تسنیم کو کھانا سرو کرنے دیا اور خود کان لگا کر دروازے کے باہر کھڑی ہو گئی۔ بٹلر نے گھورا بھی مگر اس نے چہرے پہ مسکینیت طاری کر کے پلکیں دوبار جھپکائیں تو وہ ہنکارا بھر کے آگے بڑھ گیا۔

اندر گفتگو کا رخ ملائیشین پارلیمنٹ میں زیرِ بحث توہینِ رسالت بل کی طرف مڑ گیا تھا۔ فاتح رامزل کے ساتھ آئے افراد اس بارے میں اظہارِ خیال کر رہے تھے۔

"میرا خیال ہے تین سال کی قید یا بھاری جرمانے والی سزا کسی بھی دین کی توہین کرنے پہ درست ہے۔"

"نہیں میرا خیال ہے اس میں ترمیم ہونی چاہیے اور اس کو سزائے موت میں تبدیل ہو جانا چاہیے تاکہ مثالیں سیٹ کی جا

سکیں۔'' مسٹر کامل اور دوسرے افراد باری باری اپنی رائے دے رہے تھے۔تالیہ نے کان مزید زور سے دروازے کے ساتھ لگایا۔اسے کافی دیر سے فاتح رامزل کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔

''آپ کا کیا خیال ہے سر؟'' تالیہ نے پردے کی اوٹ سے جھانکا۔وہ نگاہیں کامل صاحب پہ جمائے مسکرایا تھا۔پھر گہری سانس لی۔

''میرا ایک دوست تھا سکول میں۔بدھسٹ تھا اور مجھے بہت پسند تھا۔مگر میرے والد کو وہ بہت برا لگتا تھا۔ان کا خیال تھا کہ وہ مجھے بگاڑ دے گا۔وہ اس کی عزت نہیں کرتے تھے باوجود اس کے کہ وہ اس سے کبھی نہیں ملے تھے۔میں ہر روز ان سے بحث کرتا تھا کہ میں اس کی دوستی سے نہیں بگڑوں گا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔'' وہ کہہ رہا تھا۔اپنی ٹھنڈی' بھاری اور پرسکون آواز میں اور سب سن رہے تھے۔''پھر ایک دن مجھے احساس ہوا کہ میرے والد جب اسے جانتے ہی نہیں ہیں تو وہ اس کی عزت کیسے کریں گے؟ تب میں نے ان کو اپنے دوست کی خوبیوں کے بارے میں بتانا شروع کیا۔تنکو کامل' میں نے ان کو بتایا کہ انسان ایک مکمل پیکج ہوتا ہے' اس میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں خامیاں بھی' اور اگر ہم کسی کو اس کے Weakest Link سے جج کرتے ہیں تو ہم بہت برے جج بن جاتے ہیں۔لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ انسان ہیں جن کے اندر صرف خوبیاں اور اچھائیں تھیں۔ان کے گستاخ کو ہر وہ سزا ملنی چاہیے جو شریعہ نے مقرر کر رکھی ہے' علماء کو اس بارے میں کھل کے بولنا چاہیے اور مالے پارلیمنٹ کو پراپر قانون سازی کرنی چاہیے اور جو بھی سزا قرآن وسنت کے مطابق ہے وہ دی جائے' مثالیں سیٹ کی جائیں لیکن...'' وہ رکا۔تالیہ نے گردن مزید اوپر کی۔وہ انہی پرسکون آنکھوں سے ان سب کے چہرے دیکھ رہا تھا۔

''لیکن کوئی بھی Evil صرف سزا دینے سے ختم نہیں ہوسکتا۔یہ دنیا ہمارے نبی ﷺ کی دل سے ریسپیکٹ تب کرے گی جب ہم ان کو بتائیں گے کہ وہ کون تھے۔سزا دینا' چیخنا چلانا آسان ہے' یہ جلدی ہو جاتا ہے۔زیادہ مشکل کام ہے نبی ﷺ کے لئے اپنی زندگیوں سے مسلسل وقت نکالنا اور اپنی توانائی کو دنیا تک ان کی اصل شخصیت سامنے لانے کے لئے خرچ کرنا۔اس میں محنت لگتی ہے اور مسلمان بچے اس میں دلچسپی نہیں لیتے۔کیونکہ ہمارے بچوں کو خود معلوم نہیں کہ نبی ﷺ کون تھے تو وہ دوسروں کو کیا بتائیں گے؟ توہین اس لیے ہوتی ہے کیونکہ ہم اپنی جاب ٹھیک سے نہیں کر رہے۔ہمیں دنیا کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتانا تھا' ان کے قصے سنانے تھے۔بنیادی طور پہ دو قسم کے لوگ توہین کرتے ہیں۔ایک وہ جو لاعلم ہیں اور ایک وہ جو شر انگیز ہیں اور جان کے ایسا کرتے ہیں۔لیکن جس دن ہم اپنی جاب کرنا شروع کریں گے' اندھیرے میں دیے جلانے لگیں گے' تو لاعلم لوگ ہمارے رسول اللہ ﷺ سے واقف ہوں گے اور وہ خود ہر شر انگیز کے خلاف ہماری ڈھال بن جائیں گے۔سزائیں لازمی دیں' مگر میری قوم کو خود بھی اس فتنے کو کم کرنے کے لیے توانائی خرچ کرنی پڑے گی۔میں جس ملائیشیا کا خواب دیکھتا ہوں نا' وہاں ہمیں مالے قوم کو میڈیا کے ذہنی شکنجے سے نکال کر اپنی سوچ کو آزاد کرنا سکھانا ہوگا۔''

''آپ خوابوں پہ یقین رکھتے ہیں وان فاتح؟'' مسز شیلا قدرے نروس سی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔''مطلب برے خوابوں

پہ۔ جیسے میری دوست نے میرے بارے میں خواب دیکھا۔" تالیہ نے بے اختیار دل کو تھام لیا۔

تنگو کامل نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنی بیوی کو ٹوکا۔ (یہ مناسب موقع نہیں ہے۔) مگر وہ فاتح رامزل کے آنے کی خوشی اور اپنی پریشانی میں گھری کہتی گئیں۔

"اس نے دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں چاول ہیں جو ایک دم راکھ بن جاتے ہیں۔ آپ دوسری قسم کے خواب دیکھتے ہیں مگر ایسے خوابوں کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟" تالیہ کے گردن کے بال تک کھڑے ہو گئے۔ کان مزید دروازے سے لگائے۔

ڈرائنگ روم میں خاموشی چھا گئی۔ پھر فاتح نے گہری سانس لے کر کندھے اچکائے۔ 'خوابوں میں ہر چیز علامتی ہوتی ہے۔ اس کا وہ مطلب نہیں ہوتا جو نظر آتا ہے۔ کیا آپ کے ہاں بچے کی پیدائش متوقع ہے تنگو شیلا؟"

میزبان میاں بیوی سن رہ گئے۔ ایک دوسرے کو دیکھا پھر فاتح کو۔ "جی مگر ہمیں خود چند دن پہلے معلوم ہوا ہے تو آپ کو کیسے....."

"چاول Fertility کی علامت ہوتے ہیں۔ ایسا خواب اس لئے آسکتا ہے تاکہ آپ احتیاط کریں یا پھر کسی متوقع حادثے کے لئے تیار رہیں۔" اس کی بات میں ایسی ٹھنڈک تھی کہ مسز کامل کی ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔ دروازے سے لگی تالیہ بھی شل کھڑی رہ گئی۔

فاتح کی بیوی نے بے اختیار تادیبی نظروں سے اسے گھورا تھا جیسے کہہ رہی ہو کہ اسے ایسی بات اتنے عام انداز میں نہیں کہنی چاہیے مگر وہ کسی بھی جذباتی پن سے عاری ٹھنڈا پرسکون سا بیٹھا تھا۔ عصرہ رامزل پہلی دفعہ بولی۔

"کاش ہمیں بھی آریانا کو کھونے سے پہلے کوئی خواب آجاتا تو ہم اس روز چیئر لفٹ پہ نہ جاتے۔" اس کے لہجے میں تلخی تھی۔

(آریانا؟ اچھا۔ ان کی بیٹی جو کئی سال پہلے کھو گئی تھی۔) تالیہ کو ان کے انٹرویو میں کئی دفعہ کی دہرائی گئی بات یاد آئی تو اس نے اندر جھانکا۔ فاتح رامزل کا چہرہ سامنے نظر آرہا تھا۔ اس پہ کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔ وہی ٹھنڈا' مسکراتا' وجیہہ چہرہ.... مگر وہ اعترافاً سر ہلا کے بولا تھا۔

"ہاں.... وہ بڑا کٹھن وقت تھا۔ خیر۔" اس نے کندھے اچکا کے گہری سانس لی۔

بٹلر نے اس کے سر کی پشت پہ چپت لگائی تو وہ چونکی۔ "تمہارا کچن میں کام پڑا ہے۔ اندر جاؤ۔" اس نے حکم صادر کیا تو وہ منہ بنا کے آگے بڑھ گئی۔ کام کیا خاک کرنے تھے' وہ کچن کے دروازے میں کھڑی ہوگئی۔ چند منٹ گزرے اور آوازیں آنے لگیں۔ وہ وہیں جمی رہی۔ وہ لوگ اب راہداری میں آچکے تھے اور باہر جارہے تھے' مگر کسی وجہ سے ٹھہر گئے تھے۔ تالیہ نے سر نکال کے دیکھا تو برف کا بت بن گئی۔

علی بن کامل اپنے مہمان کو تحفہ پیش کر رہا تھا۔ اور وہ تحفہ.... تالیہ کی سانس اٹکنے لگی.... وہ وہی شیشے کا باکس تھا جس میں سنہری سکہ رکھا تھا۔

فاتح نے مسکرا کے بچے سے باکس لیا۔ علی کامل اب اس سے منسلک کہانی سنا رہا تھا مگر فاتح رامزل نے باکس کھولا' اور سکہ نکال کے اوپر اٹھا کے دیکھا۔ دونوں اطراف پلٹائیں۔

''ویسے یہ اوریجنل نہیں ہے۔ اوریجنل میں ایک طرف نصیر من الدنیا والدین لکھا ہوتا ہے۔ مگر آئی لائیک اِٹ۔'' سچائی سے تبصرہ کیا تو میزبان ایک دم شرمندہ ہو گئے مگر وہ آدمی اتنا بے پرواہ' اتنا بے نیاز تھا کہ اسے ان کے تاثرات سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ (اور اس کی بات کو کوئی برا نہیں مانتا تھا۔ نہ مان سکتا تھا۔ وہ مالے قوم کو بہت محبوب تھا۔) ایک ہی فقرے میں اس نے ایمانداری سے پسندیدگی کا اظہار بھی کر دیا۔ پھر ذرا ٹھہرا۔ ''عصرہ یہ تمہارے بریسلیٹ کی طرح نہیں لگتا جو تمہیں ایش نے دیا تھا؟ ہے نا۔'' مسکرا کے کہتے ہوئے اس نے باکس پیچھے کھڑے اپنے باڈی مین کی طرف بڑھا دیا اور آگے بڑھ گیا۔ سب اس کے آگے پیچھے چلتے باہر نکل گئے۔ وہ تیز تیز چلتا تھا' اور ہر شخص اس کے قدم سے قدم ملانے کا خواہشمند تھا۔

باڈی مین نے سکے کی ڈبیہ جیب میں ڈالتے ہوئے باہر نکلنے سے قبل ایک دفعہ مڑ کے یونہی پیچھے دیکھا تھا۔ نگاہ چوکھٹ پہ ہکا بکا کھڑی لڑکی پہ پڑی تو وہ لمحے بھر کو ٹھہرا..... اس کی سبز آنکھوں کو دیکھا جو اس کے ڈبیہ جیب میں ڈالتے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھیں..... بس لمحے بھر کا اثر تھا..... پھر وہ آگے بڑھ گیا۔

اور وہ نڈھال سی چوکھٹ سے لگی کھڑی رہ گئی۔

☆......☆......☆

''سمبلز۔'' گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے بیگ ایک طرف پھینکا اور جوتے اتار کے دوسری طرف اچھالے۔ داتن جو لیپ ٹاپ اور کاغذ پھیلائے صوفے پہ بیٹھی تھی' اسے آتے دیکھ کے تیزی سے اٹھی۔ ایک فکرمند نظر اس کے بے رنگ پریشان چہرے پہ ڈالی۔

''تم نے راستے سے فون کر کے اتنی تیزی سے سب بتایا کہ مجھے وہ سمجھنے میں آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ تم پریشان نہ ہوتا لیہ۔ اب دونوں چیزیں ایک ہی شخص کے پاس ہیں۔ اور.....''

''سمبلز۔ اس نے کہا خواب میں ہمیشہ سمبلز آتے ہیں۔ علامتیں۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے صوفے پہ گر گئی۔ چند لمبے لمبے سانس لئے پھر نظریں اٹھا کے الجھی کھڑی داتن کو دیکھا۔

''میں نے دیکھا ہم دو دریاؤں کے سنگم پہ کھڑے ہیں جہاں کیچڑ ہے۔ کیچڑ یعنی ''لمپور'' اور دریاؤں کا سنگم یعنی ''کوالا''۔ ہم ''کوالالمپور'' میں ملتے ہیں۔ کوالالمپور..... کے ایل..... ہمارا شہر...'' وہ تیز تیز بولتی جا رہی تھی۔ ''آج ہم ملے مگر ملاقات نہیں ہوئی۔ شاید اس خواب کے پورا ہونے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ لیکن میں نے یہ بھی دیکھا تھا داتن کہ اس کے سر پہ ایک پرندہ چکر کاٹ رہا ہے۔ سنہری ٹانگوں والا سرخ پرندہ جس کی آنکھیں ایسی نیلی تھیں گویا Blue saphires ہوں.....''

''Eyes as blue as saphires۔'' داتن نے چونک کے زیرِلب دہرایا۔

''ایک ہی پرندہ ہے جو ایسا ہوتا ہے داتن۔ جو صرف خوابوں اور کتابوں میں ہوتا ہے۔ ہما۔ Pheonix'' وہ جوش سے بولی

تھی۔ رنگت ابھی تک اُڑی ہوئی تھی مگر چہرے پہ سکون واپس آرہا تھا۔

"فاتح رامزل کے سر پہ ہما.... ہما جو علامت ہے خوش بختی' دوبارہ جنم لینے .... دوسری زندگی اور...."

"اور حکومت کی۔ داتن۔ طاقت اور حکومت کی۔ فاتح رامزل ہمارا اگلا پردھانہ منتری (وزیرِاعظم) بننے جا رہا ہے اور وہ یہ بات نہیں جانتا۔"

"اوہ خدایا..... فاتح رامزل.... نیکسٹ مالے پردھانہ منتری..... واوٗ تالیہ.....واوٗ" داتن نے خوشی سے اس کا ہاتھ دبایا تھا۔ لیکن پھر وہ ٹھٹک کے رکی۔ "مگر اس کا مطلب ہے کہ ہمیں...."

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اگلی چوری اپنے مستقبل کے وزیرِ اعظم کے گھر کرنی ہے۔" ایک عزم سے کہتی وہ اٹھی اور داتن کی آنکھوں میں دیکھا۔ "مجھے اپنی چابی فاتح رامزل سے واپس لینی ہے۔ کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"



نمرہ احمد کا یہ خوبصورت ناول **حالم** ابھی جاری ہے۔ بقیہ واقعات اگلی قسط میں پڑھیے۔

باب دوم

گھائل غزال

اس نے خواب میں دیکھا کہ.....

سنہرے بالوں والی لڑکی دو دریاؤں کے سنگم پہ کھڑی ہے.....

بارش اسی طرح برس رہی ہے.....

سرخ پروں والا پرندہ سامنے کھڑے شخص کے سر پہ چکر کاٹ رہا ہے.....

وہ شخص جو بارش میں بھیگتا جا رہا ہے اور ٹائی نوچ کے پھینک چکا ہے.....

اور اب وہ ہاتھ میں کیچڑ سے لتھڑی چابی لیے اسے دیکھ رہا ہے.....

پھر وہ ہاتھ پیچھے کر لیتا ہے....اور چابی اپنی جیب میں ڈال لیتا ہے.....

وہ گردن اٹھا کے دیکھتی ہے تو نیلی آنکھوں والا سرخ سنہرا پرندہ فاتح کے سر سے گزر کے بائیں طرف آ رہا ہے.....

وہ چونک کے بائیں جانب دیکھتی ہے تو وہاں ایک نوجوان کھڑا ہے.....

اس کا کوٹ اور شرٹ بھی بارش میں بھیگ بھیگ گئی ہے.....وہ تالیہ کو دیکھ رہا ہے اور تالیہ اوپر پرندے کو.....

پرندہ فضا میں چند لمحے نوجوان کے سر کے اوپر ٹھہرتا ہے پھر تالیہ کی طرف آتا ہے.....تالیہ کے سر کے اوپر....وہ گردن پوری اٹھا کے آسمان کو دیکھتی ہے.....

ہما اس کے سر سے کئی فٹ اوپر اپنے پر پھیلائے گزر جاتا ہے....اس کے سر کے اوپر سے....عین اوپر سے.....

''میرے ساتھ رہو۔ تمہیں میری ضرورت ہے اور مجھے تمہاری۔'' وہ آواز پہ چونکتی ہے۔ سامنے کھڑا بارش میں بھیگا فاتح اسے پکار رہا ہے۔ وہ بدک کے پیچھے ہٹتی ہے....مڑتی ہے اور دوڑنے لگتی ہے.....مگر ایک پھندا سا اس کے ٹخنے میں جا پڑتا ہے.....رسی کا پھندا....تالیہ رپٹ کے گرتی ہے....اس کے لباس اور چہرے پہ کیچڑ لگ جاتا ہے....ہتھیلیوں کے بل اٹھتے ہوئے وہ مڑتی ہے تو ایک دوسرا پھندا اس کی گردن میں آ پڑتا ہے....وہ بدقت کھڑی ہوتی ہے.....

اپنی جگہ کھڑے فاتح کی گردن میں بھی ایسا ہی پھندا ہے.....وہ ہراساں نظروں سے بائیں جانب دیکھتی ہے تو نوجوان گھٹنوں

کے بل گرا پڑا ہے اور اس کی گردن بھی رسی سے کسی ہوئی ہے.....

''تالیہ۔'' داتن نے اس کا کندھا ہلایا تو اس نے چونک کے آنکھیں کھولیں۔

وہ روشنیوں میں نہائے لاؤنج کے صوفے پہ پیر اوپر کر کے بیٹھی تھی۔ خواب فضا میں تحلیل ہو چکا تھا اور وہ حال میں واپس آ چکی تھی۔ تالیہ نے گہری سانس لے کر چہرے سے سیاہ بال ہٹائے اور جوڑے میں لپیٹے۔

''میں چائے بنانے کیا گئی تم تو غافل سو ہی گئیں۔'' داتن گرما گرم چائے کا کپ لیے سامنے آ بیٹھی اور قدرے تفکر سے اسے دیکھا۔

''حالم اتنی آسانی سے غافل نہیں ہوتا' بدصورت مرغی!'' وہ آواز کو بھاری بنا کے غرائی تو داتن کی ساری فکرمندی ہوا ہوئی۔ اس کی جگہ ترحم اور افسوس نے لے لی۔

''ایک تحقیق کے مطابق کسی سیلبریٹی کو حقیقت میں دیکھ لینے کے چوبیس گھنٹے بعد تک دماغ ماؤف رہتا ہے اور انسان بغیر دماغ کے گھومتا پھرتا ہے۔ اس لئے خیر ہے بچے' میں تمہارا درد سمجھ سکتی ہوں۔'' اس نے بھاری ہاتھ سے تالیہ کے کندھے کو تھپکا تو تالیہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔

''زیادہ اول فول نہ بولو۔ میں فین مومنٹ سے نکل آئی ہوں اور میں کوئی سو نہیں رہی تھی۔ میں اس کا خواب دیکھ رہی تھی....اُف وہ مجھے بار بار خوابوں میں کیوں نظر آنے لگا ہے....'' چہرے پہ سادہ تاثرات سجاتے ہوئے اس نے کشن اٹھا کے گود میں رکھا اور ہتھیلیوں پہ تھوڑی گرا کے دور چھت کو دیکھنے لگی۔ ''ہماری ملاقات تو کوالالمپور میں ہوگئی نا....گدلے پانیوں کے سنگم پہ....پھر وہی خواب' وہی وژن دوبارہ کیوں نظر آ رہا ہے مجھے داتن؟''

''اب کی دفعہ کیا دیکھا؟'' وہ اطمینان سے گھونٹ گھونٹ چائے پیتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''آج تو وہ ہما میرے سر پہ بھی تھا.....پھر کسی نے میری گردن میں پھندا ڈال دیا۔ مجھے لگتا ہے میں پہلے وزیراعظم بنوں گی پھر پھانسی چڑھوں گی۔''

''اوں ہوں۔'' داتن نے غصیلی شکل بنا کے اسے دیکھا۔ ''کیا فضول بولے جاتی ہو۔ عقل سے کام لو۔''

''عقل' دماغ' دل سب ساتھ چھوڑ گئے میرا' داتن پدوکا۔'' اس نے پھر سے چھت کو دیکھتے ہوئے آہ بھر کے کہا۔ ''میں نے فاتح رامزل کو اصل میں دیکھ لیا.....میں نے اسے جوس پیش کیا.....اس نے گلاس اٹھاتے ہوئے میری طرف دیکھا.....وہ مسکرایا اور نرمی سے بولا' شکریہ تالیہ۔ تم بہت اچھی ہو۔''

داتن کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ ''اس نے واقعی تمہیں یہ کہا۔''

''ہاں۔ وہ تو پہلی ہی ملاقات میں مجھ سے متاثر لگتا تھا۔'' وہ ڈھٹائی سے کندھے اکڑا کے بولی۔ داتن نے ستائش سے ابرو اچکائے۔

''خیر اب بتاؤ'اس کے گھر چوری کیسے کرنی ہے۔کیا پلان ہے؟''

''حالم کے پاس ہمیشہ پلانز ہوتے ہیں۔ پلان نہیں' پلانز۔'' وہ زور دے کر بولی۔''پلان اے' بی اور سی۔اگر اے فیل ہو جائے تو سی پہ آجائیں گے'وہ کام نہ کرے تو ڈی سوچ لوں گی۔''

''اور بے چارہ بی کیوں نہیں؟''

''تالیہ کے پلانز ہیں' تالیہ کی مرضی۔'' وہ کندھے اچکا کے بے نیازی سے بولی اور پھر سے سر صوفے کی پشت سے ٹکا کے خلا میں دیکھنے لگی۔''وہ پچاس کا ہونے والا ہے مگر کتنا ینگ لگتا ہے۔جب وہ مسکراتا ہے تو اس کا ڈمپل پڑتا ہے۔تم نے کبھی نوٹ کیا؟''

''تم اٹھائیس سال کی ہو'وہ اڑتالیس کا۔تمہیں اس کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے۔'' داتن اسی سنجیدگی سے بولی ۔''اگر کسی کو اس کے بارے میں سوچنا چاہیے تو وہ میں ہوں۔''

تالیہ کو جیسے کرنٹ لگا۔بلبلا کے اس نے گردن موڑی اور موٹی' کالی عورت کو سر سے پیر تک یکھا۔

''تم؟تم داتن؟'' وہ حیرت اور صدمے سے غرا بھی نہ سکی۔

''ہاں....آخر وہ میری عمر کے قریب قریب ہے۔'' داتن اب کے سادگی سے مسکرائی۔تالیہ نے غصے سے ہونٹ بھینچ لیے۔

''اور وہ تمہیں کیوں پسند کرے گا؟''

''کیونکہ عشق اندھا ہوتا ہے۔''

''اندھا ضرور ہوتا ہے مگر کلر بلائنڈ نہیں۔'' وہ جل کے بولی تو داتن نے ساتھ رکھا کشن اٹھایا اور کھینچ کے اسے دے مارا۔اس نے دونوں بازو آگے کر لئے تو وہ ان سے ٹکرا کے نیچے گر گیا۔

''خیر!!'' داتن نے خفگی سے چائے کا گھونٹ بھرا اور شانے اچکائے۔''ماڈرن سائنس نے گورا ہونے کے انجیکشن بنا لئے ہیں۔''

''پتلے ہونے کے پھر بھی نہیں بنائے۔'' وہ اب کے مسکراہٹ دبا کے بولی۔داتن نے ہاتھ جھلا کے جیسے اس کی بات ہوا میں اڑائی۔

''زیادہ خواب مت دیکھو اس کے۔وہ تمہارے باپ کی عمر کا ہے۔ارے ہاں۔'' وہ ٹھہری۔آنکھیں چمکیں۔''اس کی بیٹی آریانہ بھی تو کھوئی تھی نا۔یا مر گئی تھی۔مگر لاش نہیں ملی تھی۔ہم نے سکہ چرانے اس کے گھر داخل ہی ہونا ہے نا' کیوں نا تم آریانہ بن کے چلی جاؤ۔''

تالیہ نے افسوس سے اسے دیکھتے گردن دائیں بائیں ہلائی۔''آریانہ چھے سال پہلے کھوئی تھی جب وہ سات سال کی تھی۔اب اگر وہ زندہ بھی ہو تو تیرہ سال کی بچی ہو گی۔اور میں اٹھائیس کی ہوں۔''

''تم آریانہ کی کوئی دوست یا ٹیچر بن کے بھی جا سکتی ہو نا۔''

''اپنی دبلی پتلی عقل پہ اتنا زور نہ دو اور پلاننگ کا کام مجھ پہ چھوڑ دو۔اور اگر اپنی چابی چرانے کے لئے مجھے فاتح رامزل سے

ملنا ہی پڑا تو میں اس کی بیٹی بن کے نہیں جانے والی۔'' پھر اس نے مسکرا کے چھت کو دیکھا اور جیسے خواب بنے۔''میں تو ایسی سچوئیشن بناؤں گی جس میں اس کو مجھ سے پہلی نظر کی محبت ہو جائے۔''

''ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ تم اس سے ملی تھیں اور اس نے تمہاری تعریف بھی کی تھی۔''

''جیسے تمہیں تو معلوم ہی نہیں کہ میں جھوٹ بول رہی تھی۔'' وہ اسی ڈھٹائی سے ترنت بولی پھر صوفے سے اتری اور پیروں میں سلیپرز گھسیڑے۔

''میں کے ایل کی سب سے ماہر اسکام آرٹسٹ اس لئے ہوں مسز لیانہ دانش صابری کیونکہ جب میں اپنا کردار لکھتی ہوں تو دنیا مجھے اتنا اور ویسا ہی دیکھتی ہے جتنا اور جیسا میں ان کو دکھانا چاہتی ہوں۔ میں نے اب تک بہت سے رول کیے ہیں' مگر یہ رول سب سے دلچسپ ہوگا۔ فاتح اور میرے راستے کہیں نہ کہیں جا کر ملتے ہی ہیں۔ ہماری قسمت ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہے۔اور میرے خواب کے مطابق.....ہم تینوں کے سروں پہ ہما پرندہ تھا اور پھر ہم تینوں کی گردن میں پھندے تھے۔اچھا یا برا' اس اسکام کا انجام بہت دلچسپ ہو گا' موٹی مرغی۔'' وہ عزم سے کہتی مسکرا کے آگے بڑھنے لگی تو داتن نے کپ نیچے کیا اور چونک کے اسے پکارا۔

''تینوں؟ تیسرا کون؟''

اس سوال پہ وہ بھی ٹھٹکی' جیسے حیرت سے سوچا ہو۔

''ارے ہاں.....اس دفعہ جب وہ منظر ذرا آگے چلا تو اس میں ایک تیسرا شخص بھی تھا۔''

''کون؟ کون؟'' موٹی جوش سے آگے ہوئی۔تالیہ نے انگلی تھوڑی پہ رکھ کے آنکھیں اوپر کیے ذرا سا سوچا۔

''میں نے اسے کہیں دیکھ رکھا ہے۔تالیہ کو کبھی کچھ نہیں بھولتا۔مگر....'' اس نے آنکھیں بند کیں۔''وہ نوجوان کون تھا؟ اونہوں۔یاد نہیں آ رہا۔'' یاد کرنے میں ناکام ہوئی تو سر جھٹک کے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

''گڈ نائٹ' داتن پدوکا....صبح ملتے ہیں۔کوشش کرنا کہ میری نیند کے دورانیے میں تم میرے فریج کی ایسی ہی حفاظت کرو جیسے میرے رازوں کی کرتی ہو۔''

''ہونہہ۔فکر ہی نہ کرو۔'' وہ چبھتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اونچا سا بولی تھی۔تالیہ سیڑھیاں چڑھتی گئی تو اس نے جلدی سے کپ رکھا' اور موبائل نکال کے اسکرین روشن کی۔پھر گردن اٹھا کے احتیاط سے دیکھا۔تالیہ اب باہر نہیں آنے والی تھی۔داتن مسکرائی اور جلدی سے گوگل ٹیب میں ٹائپ کرنے لگی۔

''پتلا ہونے کے لئے سرجری'' اور فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ گو بٹن دبا دیا۔

☆......☆......☆

چند گھنٹے پیچھے واپس چلتے ہیں.....

تنکو کامل کے ڈرائنگ روم سے مہمان نکل کے راہداری میں آئے کھڑے تھے جہاں کم عمر علی بن کامل نے فاتح رامزل کو شیشے کی ڈبیا میں سجا سکہ پیش کیا تھا۔

''ویسے یہ اوریجنل نہیں ہے۔ اوریجنل میں ایک طرف نصیر من الدنیا والدین لکھا ہوتا ہے۔ مگر آئی لائیک اِٹ۔'' سچائی سے تبصرہ کیا تو میزبان ایک دم شرمندہ ہو گئے مگر وہ آدمی اتنا بے پرواہ، اتنا بے نیاز تھا کہ اسے ان کے تاثرات سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ (اور اس کی بات کو کوئی برا نہیں مانتا تھا۔ نہ مان سکتا تھا۔ وہ ملے قوم کو بہت محبوب تھا۔) ایک ہی فقرے میں اس نے ایمانداری سے پسندیدگی کا اظہار بھی کر دیا۔ پھر ذرا ٹھہرا۔ ''عصرہ یہ تمہارے بریسلیٹ کی طرح نہیں لگتا جو تمہیں ایش نے دیا تھا؟ ہے نا۔'' مسکرا کے کہتے ہوئے اس نے باکس پیچھے کھڑے اپنے باڈی مین کی طرف بڑھا دیا۔

وہ آگے بڑھ گیا اور باڈی مین سکہ جیب میں ڈالتا' آگے بڑھنے کو تھا کہ ٹھہرا۔ یونہی گردن موڑی۔ نظر دور پیچھے کچن کی چوکھٹ پہ کھڑی ملازمہ پہ پڑی۔ یہاں واضح روشنی تھی۔ تیز سفید لائٹس۔ اندر تو زرد فینسی لائٹس تھیں اس لئے آتے جاتے ملازموں کی شکلوں پہ وہ غور نہیں کر سکا تھا مگر یہاں وہ سفید روشنیوں میں نہائی کھڑی شل سی' سوگوار سی اس سکے کو دیکھ رہی تھی جسے باڈی مین جیب میں ڈال رہا تھا۔ اس نے ایک نظر اس کی آنکھوں کو دیکھا اور پھر مڑ گیا۔

باہر آیا تو گاڑیوں کے دروازے بند ہو رہے تھے۔ دعا سلامت' الوداعی کلمات۔ وہ اپنے نئے کوٹ اور ٹائی کو لاشعوری طور پہ درست کرتا اس سیاہ کار تک آیا جس کی پچھلی نشست پہ فاتح رامزل اور اس کی بیوی بیٹھ چکے تھے۔ ڈرائیور نے اسٹیئرنگ سنبھالا اور باڈی مین فرنٹ سیٹ پہ مستعد سا بیٹھ گیا۔ کار چل پڑی۔ اس نے بیک ویو مرر پہ نگاہ دوڑائی۔ پیچھے بیٹھا فاتح رامزل جیب سے عینک نکال کر آنکھوں پہ ٹکا رہا تھا۔ پھر اس نے اسی جیب سے سیل فون نکالا اور اسکرین روشن کر کے دیکھنے لگا۔ باڈی مین نے ہاتھ بڑھا کے شیشہ ذرا سا ترچھا کیا تا کہ دونوں میاں بیوی دکھائی دیں۔ ڈرائیور نے ایک نظر اس پہ ڈالی مگر ٹوکا نہیں اور ڈرائیونگ کرتا رہا۔ اب شیشے میں وہ دونوں نظر آ رہے تھے۔ عصرہ گردن موڑے کھڑکی کے باہر بھاگتے درختوں کو دیکھ رہی تھی۔ دونوں ہاتھ گھٹنے پہ اوپر نیچے رکھے ہوئے تھے اور ایک کلائی میں طلائی بریسلیٹ دکھائی دے رہا تھا۔

''تمہیں ان کے اینٹیک تحفے کے بارے میں ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا فاتح۔ علی کو برا لگا ہوگا۔''

''علی کون؟'' وہ اسکرین انگلی سے نیچے کرتے مصروف سا بولا تھا۔

عصرہ نے چہرہ موڑ کے مذمتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ''شیلا کا بیٹا۔''

''اچھا۔ اس کا نام علی ہے۔'' اس نے سر کو خم دیا اور سیل فون پہ ای میلز نیچے کرتا گیا۔ باڈی مین بار بار آئینے پہ نظر ڈالتا پھر وِنڈ

اسکرین کے پار دیکھنے لگتا۔ وہ ملک کا سب سے محبوب کپل تھا۔ ان کو بار بار دیکھ کے بھی دل نہیں بھرتا تھا۔

''تم نے استعفیٰ والی بات کا جواب نہیں دیا۔ ہم یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ تم ریزائن دو گے اور ہم امریکہ واپس چلے جائیں گے۔''

فاتح نے جواب نہیں دیا۔ وہ اسکرین کو انگلی سے دباتا ٹائپ کر رہا تھا۔ عصرہ چند لمحے کے لئے خاموش ہوئی۔ سرخ بھورے بالوں والی وہ خوبصورت عورت تھی۔ دبلی پتلی اسمارٹ سی۔ ماتھے پہ کٹے بال گرتے تھے اور باقی بالوں کو آدھا باندھ رکھا تھا۔ گردن میں موتیوں کا نیکلیس تھا اور بھوری آنکھوں میں تلخی سی تھی۔

''تمہاری انہی باتوں کی وجہ سے بہت سی لابیز ہمیں چھوڑ چکی ہیں۔ اپنے کریزما' اور فین فالوونگ سے باہر نکل کے دیکھو تو تمہارا کوئی سیاسی مستقبل نہیں ہے۔ باریسن نیشنل کا چیئر مین منتخب ہونے کے لئے ہمیں فنڈز چاہئیں' جو ہمارے پاس نہیں ہیں۔ پہلے پارٹی الیکشن پھر جنرل الیکشن.... ہم کچھ بھی افورڈ نہیں کر سکتے۔ میرا بزنس پہلے ہی اشعر (بھائی) کے قرضوں تلے دبا ہے۔ میں مزید قرضے نہیں لے سکتی۔ تم نے آج تک سیاست سے کچھ نہیں بنایا' اور میں اس کی قدر کرتی ہوں مگر اب میں مزید تمہیں ایک کھوکھلے خواب کے پیچھے پیسہ اور محنت لٹاتے نہیں دیکھ سکتی۔'' وہ اب کے نرمی سے کہہ رہی تھی۔ وہ جواب دیے بنا موبائل کی طرف متوجہ رہا۔

''ہمارے ساتھ کوئی لابی' کوئی سیاسی اتحاد نہیں ہے۔ اگر کوئی پارٹی کا صدر بننے کے لئے الیکشن میں کھڑا ہو سکتا ہے تو وہ تم نہیں ہو فاتح۔ تمہارے ٹوئیٹر فالورز کے علاوہ ہمارے ساتھ کوئی نہیں کھڑا۔ وہ اشعر ہے۔ ایش۔ ایش نوجوان ہے.... ''ملے زیا'' (ملائیشیا) کا جسٹن ٹروڈو۔ اس کے پاس پیسہ ہے' اس کے ساتھ سیاسی حلیف کھڑے ہیں۔ وہ ممبر پارلیمنٹ ہے اور محنت کر کے اس مقام پہ آیا ہے۔ میں اس لئے نہیں کہہ رہی کہ وہ میرا بھائی ہے بلکہ وہ نوجوان نسل کا نیا لیڈر ہے' اس کی کیمپئن میں زیادہ چارم ہے' تم ایک زمانے میں بہت پاپولر تھے اور خدا کا شکر ہے کہ اب بھی ہو مگر تمہارے غیر سیاسی فیصلوں نے تمہارا چارم کم کر دیا ہے۔ تمہارے ووٹ کم ہو گئے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہم عزت سے اس مونوپلی سے نکل آئیں اور اپنا بڑھاپا امریکہ میں آرام سے گزاریں۔ تمہیں میں نے کہا تھا کہ اگلے ماہ جب ایش باقاعدہ پارٹی چیئر مین کے انتخاب کا اعلان کرے گا تو تم اس کو endorse کرو گے اور اس کے حق میں دستبردار ہو جاؤ گے۔ تمہارا ووٹ بینک ایش کے حق میں چلا جائے گا اور یوں یہ ایک بہترین ہپی اینڈنگ ہو گی۔ ایش ملے زیا کا اگلا وزیرِ اعظم ہے' تم اس نوشتہ دیوار کو جتنی جلدی ہو سکے پڑھ لو فاتح۔ اور اس طرح خاموش نہ رہو جیسے میں یہ اپنی گیلری کے لیے کر رہی ہوں۔ میں یہ ہم دونوں اور ہمارے بچوں کے لئے کر رہی ہوں۔''

فاتح نے سیل فون اسکرین بجھائی اور عینک اتار کے فولڈ کی' پھر دونوں چیزوں کو کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالا' چہرے پہ مسکراہٹ سجائے کھڑکی سے باہر آنکھیں جمائے کہنے لگا۔

''ملے زیا (ملائیشیا) کے دوسرے بچوں کی طرح مجھے بھی بچپن میں سب سے زیادہ ملے ادب کی جو کہانیاں پسند تھیں وہ ''ننھے

غزال" کی تھیں۔ننھا چالاک ہرن۔ ماؤس ڈیئر (یہ ایک دم کٹا چوہے کی شکل والا ہرن ہوتا ہے جو قریباً کتے جتنا ہوتا ہے۔) وہ چھوٹا سا تھا مگر جانوروں میں اس جیسا con artist دوسرا کوئی نہ ہوگا۔ بہت عیار تھا وہ۔ننھا کن چیل۔(ہرن) کن چیل اسٹوریز کی ابتدائی داستانوں میں وہ ایک دھوکے باز چور اور چرب زبان ہرن تھا۔ بعد میں وہ اچھا ہوتا گیا تھا مگر شروع کی داستانوں میں مجھے وہ کہانی بہت پسند ہے جب اس کو دریا پار کرنا تھا اور سامنے ایک مگر مچھ بیٹھا تھا۔تو ننھے ہرن نے مگر مچھ سے کہا کہ بادشاہ نے مگرمچھوں کی دعوت کی ہے اور اس کو یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ مگرمچھوں کی تعداد گن کے بتائے تاکہ اسی حساب سے کھانا پکوایا جائے اس لیے سب مگرمچھ لائن میں کھڑے ہو جائیں۔" وہ کھڑکی سے باہر روشن عمارتوں کو بھاگتے دیکھ کر محظوظ سا بتا رہا تھا۔سب سانس روکے اس کو سن رہے تھے۔ایڈم کے کان پوری طرح کھڑے تھے۔"پھر کیا تھا... مگرمچھوں نے پل کی صورت قطار بنالی۔ وہ ایک دو تین کرکے گنتا ہوا ایک مگرمچھ سے دوسرے پہ چھلانگ لگاتا اور یوں دریا پار کر گیا۔مگرمچھ آج بھی بادشاہ کی دعوت کا انتظار کر رہے ہیں۔سارے دم کٹے ہرنوں کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ان کو لوگوں کو manipulate کرنے کی اتنی عادت پڑ جاتی ہے کہ یہ مینیپولیشن ان کی زندگی کا حصہ بن جاتی ہے۔وہ ہاتھ پیر کٹ جانے سے مفلوج نہیں ہوتے' دوسروں کی زندگیوں کا اسٹیئرنگ وہیل چھن جانے پہ مفلوج ہو جاتے ہیں۔ایسے غزالوں کو اس وقت سے ڈرنا چاہیے جب دعوت کا انتظار کرتے مگرمچھ دریا سے نکل آئیں اور اس کو تلاش کرلیں کیونکہ مگرمچھ خشکی پہ بھی اتنا ہی خطرناک ہوتا ہے جتنا دریا میں۔"

کہہ کے اس نے جیب سے موبائل دوبارہ نکالا اور اسکرین روشن کرکے عینک ناک پہ جمائی۔عصرہ گہری سانس لے کر چہرہ موڑ گئی اور باڈی مین نے نگاہیں جھکالیں۔(کیا فاتح صاحب نے اپنے سالے کو "سنگ کنچیل" the mouse deer بولا ہے؟ عیار اور چالباز؟ وہ بھی اپنے ملازموں کے سامنے؟ یا اللہ.... یہ امیر لوگ ملازموں کی موجودگی میں ایسے کیسے باتیں کر لیتے ہیں؟ ہمارے محلے میں تو یوں نہیں ہوتا۔) وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔

کار سگنل پہ رکی تو ایڈم نے دیکھا' ایک طرف سے چند بچے بینرز اٹھائے چلے آ رہے ہیں۔شاید کوئی واک وغیرہ تھی جس کا اختتام ہو چکا تھا۔ وہ معمول کے انداز میں قریب سے گزر رہے تھے مگر جیسے ہی ایک نے شیشے کے پار بیٹھے شخص کے جھکے چہرے کو دیکھا جس کو موبائل کی روشنی نے منور کر رکھا تھا.... اس کی آنکھیں حیرت سے چمکیں۔ وہ فوراً پلٹا اور اپنے گروہ کو خوشی اور جوش سے چیخ کے پکارا۔(فاتح رامزل کی کار! جلدی آؤ!)

سگنل ابھی سرخ تھا۔ بچے اکٹھے ہونے لگے۔ہنسی مسکراہٹوں کے ساتھ ایک دوسرے کو ٹھوکے دیتے ہوئے۔ایک نے ڈرائیور کی کھڑکی کے قریب آ کر اپنا موبائل دکھا کے کچھ کہا تو باڈی مین نے گردن موڑی۔

"سر' بچے شاید تصویر بنوانا یا ہاتھ ملانا چاہتے ہیں۔"

''ڈونٹ بی اوور ایفیشینٹ ایڈم۔ یہ بچے ہیں، ووٹرز نہیں۔'' عصرہ تلخی سے بولی۔ باڈی مین نے خفت سے سر ہلایا اور بچوں کو دور ہٹنے کا اشارہ کیا۔ ننھے چہروں کی جوت بجھ گئی اور وہ پیچھے ہٹے۔ سگنل ہرا ہو گیا اور کار آگے چل پڑی۔

اسی پل فاتح نے موبائل سے نظریں اٹھائیں اور فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے باڈی مین کو دیکھا۔ ''اور تم کون ہو؟'' وہ بچوں کو نظر انداز کر گیا تھا۔

اس نے جلدی سے گردن موڑی اور تابعداری سے کہنے لگا۔ ''سر! میں ایڈم بن محمد ہوں۔ آپ کا باڈی مین اور....''

''عبداللہ گیارہ دن کی چھٹی پہ گیا ہے تو اس نے اپنے محلے کے لڑکے کو کام کے لئے بھیج دیا۔ مجھے اس کی شکل پہ ترس آ گیا اس لئے اسے رکھ لیا۔ ایڈم نام ہے اس کا۔'' عصرہ بے زاری سے بتانے لگی۔ ''آتے وقت یہ دوسری کار میں تھا۔ میں نے کہا اب آیا ہی ہے تو کام تو پورا کرے۔'' (ملائیشیاء میں آدم نام کو ایڈم رکھا اور بلایا جاتا ہے اور یہ مسلمانوں میں عام ہے۔)

سگنل کھل گیا اور ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی۔ فاتح نے پھر سے موبائل دیکھتے ہوئے بھاری رعب دار آواز میں پوچھا۔ ''کیا کرتے ہو ایڈم؟'' ایڈم کا چہرہ اتنی توجہ پہ تمتمانے لگا۔

''سر میں فوج میں تھا، مگر صحت کے واجبی سے مسئلے پہ وہاں سے فارغ ہو گیا۔ پھر دو تین جگہ اپلائی کیا مگر نوکری نہیں ملی۔ والد صاحب ایک دکان پہ سیلز مین ہیں، ان کے ساتھ بھی کام کیا۔ ایک سیکیورٹی فرم سے پرائیوٹ باڈی گارڈ کی تربیت بھی لی۔ اب عبداللہ کی جگہ گیارہ دن کے لئے آیا ہوں۔''

''اور تم کیا باڈی گارڈز والا لباس پہن کر آ گئے ہو۔'' عصرہ نے پیچھے سے برہمی سے ٹوکا۔ ''تم فاتح صاحب کے باڈی گارڈ نہیں، باڈی مین ہو، اور ان دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ آئندہ نہ دیکھوں میں یہ سوٹ اور ٹائی۔ اور یہ پستول.... اس کا لائسنس ہے؟'' ڈیش بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔

''جی میم۔ مجھے لگا مجھے باڈی گارڈ بننا ہے۔'' وہ شرمندہ ہو گیا۔

''خیر ٹھیک ہے، گن ساتھ لے کر گھوم سکتے ہو، مگر حلیہ درست کر کے آنا کل۔'' وہ نخوت سے کہتی بات ختم کر کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ وان فاتح نے موبائل واپس جیب میں ڈالا اور عینک اتارتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

''ووٹ کس کو ڈالا تھا تم نے ایڈم؟''

ایڈم نے گردن موڑ کے اس کو دیکھا اور لمحے بھر کو چپ رہ گیا۔ پھینے نقوش اور صاف رنگت کا وہ ایک عام سا ملے نوجوان تھا اور سوٹ ٹائی اس پہ بہت نئے اور اوپرے لگ رہے تھے جیسے مانگ کے پہنے ہوں۔

''کسی کو نہیں، سر۔ مجھے سیاست سے دلچسپی نہیں ہے۔''

فاتح نے بے اختیار دونوں ابرو اٹھائے اور تعجب سے اسے دیکھا۔ ''تمہیں معلوم ہے ایڈم کسی ملک کے لئے سب سے خطرناک آدمی کون ہوتا ہے؟''

''کرپٹ حکمران؟'' اس نے گڑبڑا کے کہا۔

''ہاں مگر اس سے بھی زیادہ سیاسی جاہل خطرناک ہوتا ہے۔'' وہ اس پہ نظریں جمائے بھاری آواز میں افسوس سے کہہ رہا تھا۔ ''وہ سیاسی جاہل جو سینہ تان کے کہتا ہے کہ اسے سیاست سے دلچسپی نہیں' بلکہ اسے تو سیاست سے نفرت ہے۔ ایسا آدمی نہ کچھ دیکھتا ہے' نہ سنتا ہے' نہ کرتا ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سیاست Policies بنانے کا نام ہے اور آٹے دال' چاول' دواؤں اور موبائل کریڈٹ کی قیمت سے لے کر ہر چیز کا تعین سیاست دان کرتے ہیں' اور اگر سیاسی جاہل اپنی رائے نہیں رکھے گا' سیاست میں ووٹ اور سپورٹ کے ذریعے حصہ نہیں لے گا' تو وہ کرپٹ حکمرانوں کو مضبوط کرے گا اور سڑکوں پہ بے حال پھرتے لوگوں' چورڈاکوؤں' غریبوں' سب کا ذمہ دار وہ ہوگا۔ مجھے زیادہ خوشی ہوتی ایڈم اگر تم کہتے کہ تم نے میرے مخالف کو ووٹ ڈالا تھا کیونکہ تب مجھے لگتا کہ میں ایک سیاسی خواندہ سے بات کر رہا ہوں جس کی کوئی سوچ ہے' بھلے مجھ سے مختلف ہو' مگر کوئی نظریہ' کوئی رائے' کچھ تو ہے اس کے پاس۔ یہ انسان کی آزاد رائے ہوتی ہے جو ہمیں ایک دوسرے سے مختلف کرتی ہے' ورنہ ہم میں اور بھیڑ بکریوں میں کیا فرق ہے؟'' آخر میں کندھے اچکا کے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگ گیا۔

ایڈم پہ تو گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اس نے چہرہ بالکل جھکا دیا۔

دونوں میاں بیوی کو گھر اتار کے وہ کار سے نکلا اور چھتری لے کر باہر آ گیا۔ آدھے گھنٹے کی بس کی خواری کے بعد وہ اپنے گھر کے باہر کھڑا تھا۔ ایک منزلہ چھوٹا سا گھر جس کی چھت مخروطی تھی اور دیواریں لکڑی کی تھیں۔ کھڑکیاں اس پہر بھی روشن تھیں۔ ضرور اس کی ماں جاگ رہی تھی۔ وہ احتیاط سے دروازہ کھول کے اندر آیا' اور کوٹ اتار کے اسٹینڈ پہ ٹانگا۔ پھر پلٹا تو دیکھا' کچن کے دروازے پہ ویسے ہی چینی نقوش والی عورت کھڑی تھی۔

''ایڈم! تم آ گئے۔ کھانا لاؤں؟'' لکڑی کی راہداری میں سدا بہار پھولوں کی مہک پھیلی تھی۔ گھر میں جا بجا چھوٹے برتنوں' ٹین ڈبوں اور بوتلوں میں پودے اور بیلیں لگی تھیں۔

''بھوک نہیں ہے' ماں۔'' وہ بددلی سے سر جھکائے کہتا آگے آیا۔ ''بابا سے کہنا کہ یہ سوٹ دکان پہ واپس کر دیں۔ کل سے مجھے دوسری قسم کے سوٹ پہننے ہوں گے۔ ٹو پیس ٹائپ۔''

''مگر گارڈز تو ایسے ہی سوٹڈ بوٹڈ رہتے ہیں نا۔'' ادھیڑ عمر عورت حیران سی ہوئی مگر وہ چہرہ لٹکائے کچن میں داخل ہوا اور کرسی کھینچ کے خاموشی سے بیٹھ گیا۔

''عبداللہ نے کہا تھا مجھے باڈی مین بننا ہے' میں سمجھا وہ باڈی گارڈ ہی ہوتا ہے۔''

''ایں؟ باڈی مین کیا ہوتا ہے؟'' ماں نے اچنبھے سے کہتے سامنے والی کرسی کھینچی۔ چھوٹا سا کچن نفاست سے صاف کیا گیا تھا اور کھڑکی پہ جالی دار پردے لہرا رہے تھے۔ وہاں بھی چھوٹے چھوٹے سے سر سبز پتوں والے گملے رکھے تھے۔ ایڈم نے بجھا ہوا چہرہ اٹھایا اور ماں کا چہرہ دیکھا۔ ''باڈی مین پرسنل ایڈ کو کہتے ہیں' ماں۔''

''جیسے سیکرٹری؟ اسسٹنٹ؟''

''نہیں ماں۔ سیاستدانوں کے سیکرٹری بڑے لوگ ہوتے ہیں۔ پولیٹیکل سیکرٹری الگ' پرسنل سیکرٹری الگ۔ باڈی گارڈز بھی ماہر تربیت یافتہ کمانڈوز ہوتے ہیں۔ میں صرف باڈی مین ہوں۔ پرسنل ایڈ۔ جب انہیں پیاس لگے تو پانی پکڑانا ہے' جب وہ کھانا کھانے لگیں تو نیپکین سامنے کرنا ہے' جب وہ دستخط کرنے لگیں تو قلم کھول کے ان کے ہاتھ میں تھمانا ہے۔ ہر وقت مستعد اور تیار ان کے قریب رہنا ہے کہ کہیں ان کو کسی چیز کی ضرورت نہ پڑے۔''

''یعنی کہ نوکر؟'' وہ دھک سے رہ گئی۔

''نوکر بھی فلپینو ہوتے ہیں' ایجنسی سے کانٹریکٹ کر کے آتے ہیں' ماں۔ نوکر بہتر ہوتے ہیں۔ باڈی مین تو ایک نوباڈی ہوتا ہے بس۔''

''چند دن کی ہی تو بات ہے۔ پھر ختم ہو جائے گی یہ نوکری۔''

''اس کے بعد میں کیا کروں گا؟ دو ماہ بعد میری شادی ہے۔ اور میرے پاس نوکری تک نہیں ہے۔''

''تم فاتح رامزل سے کہو کہ وہ تمہاری کہیں سفارش کرا دے۔''

''اوہ میری بھولی ماں....'' ایڈم نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔ ''وہ فاتح رامزل ہے۔ وہ کسی کا کوئی کام نہیں کرتا۔ اس پہ ایک دنیا مرتی ہے۔ لوگ اس پہ پیسہ لٹاتے ہیں۔ اس کے اعزاز میں بڑی بڑی تقریبات کرتے ہیں اس کی پارٹی کو فنڈز دیتے ہیں مگر وہ نہ کسی سے کچھ مانگتا ہے' اور اگر کوئی کروڑوں بھی خرچ کر دے تو وہ تھینکس کہہ کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ وہ کسی کا احسان ''رجسٹر'' نہیں کرتا۔ کہتا ہے' میں کسی کو بدلہ نہیں دے سکتا' ہم سب بہتر ملے زیا (ملائیشیا) کے لئے کام کر رہے ہیں' گڈ۔ بس۔ آپ فاتح رامزل کے لئے جان بھی دے دیں تو وہ تھینکس کہہ کے چلا جائے گا۔ اس کے اتنے چاہنے والے ہیں' اس پہ لوگ اتنا کچھ لٹانے کو تیار ہوتے ہیں کہ اس کو ان چیزوں میں دلچسپی ہی نہیں۔ وہ ایک الگ طرح کا بندہ ہے۔ میں تو اس سے کیا سفارش کرواؤں گا' وہ تو میری طرف بلا ضرورت دیکھے گا بھی نہیں۔ وہ بہت' بہت اونچا آدمی ہے' ماں۔''

''ایڈم!'' اس کی ماں نے جھک کے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا اور اس کی بجھی آنکھوں میں دیکھ کے نرمی سے گویا ہوئی۔ ''اگر وہ اتنا ہی خود غرض آدمی ہوتا تو سارا ملک اس سے محبت کیوں کرتا؟''

ایڈم نے پلکیں اٹھائیں۔ان میں نا سمجھی کی سی کیفیت تھی۔

''لوگ فاتح سے محبت اس لئے کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کو بے نیاز لگتا ہے۔وہ امریکہ میں ایک ایماندار اور محنتی پراسیکیوٹر رہا تھا' پھر اپنا کیریئر چھوڑ کے وہ قوم کے لئے واپس آیا اور اس نے الیکشن لڑا۔اپنے حلقے میں اس نے اسکولز بنائے' کالجز بنائے۔اس نے لوگوں کے لئے کام کیا اور وہ دن بدن مشہور ہوتا گیا۔ایسے میں اس کے گرد سارے مفاد پرستوں کا ٹولہ جمع ہو گیا جن کو امید ہے کہ اگر وہ اس پہ پیسہ خرچ کریں گے تو رامزل حکومت میں آ کر ان کو اونچے عہدوں سے نوازے گا مگر تم یہ دیکھو کہ وہ ان غریب بچوں کے لئے' جو اس کو کچھ نہیں دے سکتے' اسکولز تو بناتا جاتا ہے مگر امیر دوستوں کو تھینکس کہہ کے آگے بڑھ جاتا ہے۔کیونکہ ہر وہ شخص جو فاتح رامزل کے قریب اس سے چپکا ہوا ہے وہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے وہاں موجود ہے۔جیسے شہد کے اوپر مکھیاں چمٹ جاتی ہیں۔سب کو اپنا حصہ چاہیے۔اسی لئے وہ ایسے لوگوں سے سرد رویہ رکھتا ہے تاکہ ہر ایک کو یہ واضح ہو جائے کہ وہ کسی کے لئے کچھ نہیں کرے گا۔''

ایڈم نے سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا۔بات اس کی سمجھ میں آ رہی تھی۔

''تم پہلے سے ہی جانتے ہو کہ وہ تمہارے لئے کچھ نہیں کرے گا تو ایڈم' تم اس سے امید نہ لگاؤ۔کوئی درخواست کرو' نہ کسی مفاد کے لئے اس کو اپنے کام سے متاثر کرنے کی کوشش کرو۔غریب کو بھی مفاد چاہیے' امیر کو بھی مفاد چاہیے۔تم ان دونوں کی طرح نہ بنو۔''

''پھر میں کیا بنوں؟''

''باڈی مین!'' وہ سادگی سے مسکرائی۔''تم اس کے باڈی مین بنے رہو یہ گیارہ دن۔بغیر کسی لالچ' کسی غرض اور کسی لمبی اسکیم کے۔تم اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ سوچو کہ تم نے پوری سچائی' ایمانداری اور وفاداری سے اپنے مالک کی خدمت کرنی ہے۔اسے غریب دوست بھی مل جائیں گے' امیر دوست بھی' مگر سچائی' ایمانداری اور وفا آج کل ناپید ہوتی جا رہی ہے۔تم بس یہ گیارہ دن اس کے ہو کر رہو۔اس کے لئے جان مارنی پڑے' جان مارو۔جان لگانی پڑے تو لگا دو۔اس کی حفاظت کرو' اس کے کام آؤ۔اپنی استطاعت سے بڑھ کے اس کی خدمت کرو اور کسی بدلے کی امید نہ رکھو۔جو تمہارے نصیب میں ہے وہ تمہیں مل جائے گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' ایڈم نے سر ہلایا اور پھیکا سا مسکرایا۔بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔''میں پوری سچائی' ایمانداری اور وفاداری سے اس کی خدمت کروں گا اور بے شک وہ مجھے اس کا بدلہ نہیں دے گا۔لیکن اب مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہو گی۔''

''ایڈم!'' اس کی روشن آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ماں مسکرائی اور اس کے ہاتھ پہ دباؤ بڑھایا۔''صداقت' امانت اور وفا کا بدلہ ہمیشہ ملتا ہے۔تم دیکھنا' کسی کی بے غرض خدمت سے اللہ تمہیں وہ بخت لگائے گا کہ ساری دنیا دیکھے گی۔''

ایڈم ہلکا سا ہنس پڑا۔''میری بھولی ماں' گیارہ دن کی ہی تو بات ہے' ان گیارہ دنوں کی خدمت اسے یاد بھی نہیں رہنی۔'' اور پھر گھڑی دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔اسے اب سونے جانا تھا۔ماں بھی ساتھ ہی اٹھ گئی۔

اس وقت ایڈم بن محمد کو نہیں معلوم تھا کہ ان گیارہ دنوں کے اختتام پہ کون سی بلا اس کا انتظار کر رہی ہے۔ اگر وہ جانتا ہوتا تو فاتح رامزل کی ملازمت تو درکنار، وہ اس شہر، اس ملک کو ہی چھوڑ کے کہیں دور بھاگ جاتا......

☆......☆......☆

اگلی صبح منہ اندھیرے جو بارش شروع ہوئی تو سورج نکلنے تک کے ایل بھیگتا ہی رہا۔ کے ایل میں ہر دوسرے تیسرے روز بارش ہوا کرتی تھی۔ اگر چار پانچ دن خشک گزر جائیں تو مسجدوں میں بارش کے لئے دعا کروائی جاتی تھی۔ ملائیشیا ایک مسلمان ملک تھا۔ یہاں 60% ملے قوم بستی تھی جن کی رنگت گندمی اور نقوش پھینے سے تھے۔ یہ مسلمان تھے۔ 30% چائنیز تھے ادھر جو خوب گورے اور اصلی چینی نقوش کے حامل تھے۔ یہ بڈھسٹ ہوتے تھے عموماً۔ باقی دس فیصد تامل انڈین تھے۔ یوں مختلف ادیان، اور ثقافتوں سے مزین یہ رنگا رنگ اور جادوئی سا ملک تھا۔

مسلم اکثریت کے باعث یہاں اسلام کا رنگ نمایاں نظر آتا تھا۔ مسلم عورتیں قابلِ اعتراض لباس میں نہیں پھرتی تھیں۔ اگر مغربی لباس زیب تن کرتیں تو بھی پورا کرتیں ورنہ عموماً ملے طرز کا لباس پہنتیں جو کھلی سی اسکرٹ اور گھٹنوں تک آتی قمیض پہ مشتمل ہوتا تھا۔ خواتین کی ایک بڑی تعداد تنگ حجاب اوڑھتی تھی اور وہاں مڈل کلاس میں سر ڈھکنا پسند کیا جاتا تھا۔

یہ خاموش طبع، اپنے کام سے کام رکھنے والا ملک ہے۔ یہاں آج سے چھے سو سال پہلے اسلام آیا تھا۔ تلوار یا جنگوں کے زور پہ نہیں۔ مسلم تاجر آئے اور یہاں بس گئے۔ اسلام کا پیغام لائے اور ان کو چلتا پھرتا قرآن بنے دیکھ کے مالے قوم اپنے آپ اسلام لے آئی۔ راجہ مسلمان ہو گیا اور یوں ملاکہ سلطنت کے بادشاہ کو سلطان کہا جانے لگا۔ دیکھتے دیکھتے امن امان سے لوگوں کی اکثریت مسلمان ہو گئی۔ جب 1957 میں ملائیشیا نے انگریز سامراج سے آزادی حاصل کی تب بھی کوئی جنگ وجدل نہیں ہوا۔ بات چیت سے معاہدے ہوئے اور ملائیشیا الگ ہو گیا۔

ملائیشیا میں بھی پارلیمنٹ اور وزیر اعظم ویسے ہی کام کرتے ہیں جیسے پاکستان میں، مگر ان کا ایک بادشاہ بھی ہوتا ہے جو کے ایل کے ایک محل میں رہتا ہے۔ ہر پانچ سال بعد نیا بادشاہ آتا ہے اور اس کی یہاں وہی حیثیت ہے جو پاکستان میں صدر کی۔ کوئی خاص کام کاج نہیں کرتا، بس ایک اعزازی کرسی ہے جس سے وہ لطف اندوز ہوتا ہے۔

ملائیشیا ہر ریاست کا اپنا (منتری بیسار) ہوتا ہے جیسے پاکستان میں صوبے ہیں اور ان کے وزرائے اعلیٰ۔ ملائیشیا میں سارے وزیروں، وزرائے اعلیٰ اور بادشاہ سے بھی زیادہ طاقتور ایک شخص ہوتا ہے....وہ آدمی جس کو پارلیمنٹ منتخب کر کے وزیرِ اعظم یا پردان منتری بناتی ہے۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ جس سیاسی جماعت کو زیادہ ووٹ ملتے ہیں، ان کے چیئر مین کو وزیرِ اعظم بنایا جاتا ہے اس لئے اگر کسی کو ملائیشیا کا وزیرِ اعظم بننا ہے، تو پہلے اس کو اپنی سیاسی جماعت کے ہر پانچ سال میں ایک دفعہ ہونے والے انٹرا پارٹی الیکشن میں چیئر مین کی کرسی کے

لئے انتخاب لڑنا پڑے گا۔ اگر وہ چیئر مین منتخب ہو جائے اور پارٹی پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرلے تو پارٹی چیئر مین ہی وزیرِ اعظم بنے گا۔ وہاں پارٹی چیئر مین ہر پانچ سال بعد منتخب ہوتے ہیں' اولاد کو وراثت میں پارٹی نہیں دی جاتی۔

نوے کی دہائی تک ملائیشیاء کچرے کا ڈھیر ہوتا تھا۔ بھوکا' کمزور اور لٹا پٹا ملک جس کو کرپشن کا کینسر کھائے جا رہا تھا۔ پھر ان کو ڈاکٹر مہاتیر بن محمد جیسا لیڈر ملا جس نے یہ ثابت کیا کہ اگر کسی پارٹی کا صرف چیئر مین بھی ایماندار اور بہادر ہو' اور نیچے بھلے پوری پارٹی بے ایمان ہو' تو بھی وہ ایک شخص سارا ملک بدل سکتا ہے۔ اس ایک آدمی نے ملائیشیا کے ادارے مضبوط کیے' عدل و انصاف کا نظام لایا اور ملک کو کرپشن سے پاک کیا۔ نتیجتاً ملک خوشحال ہونے لگا۔ سیاح آنے لگے۔ ملائیشیا کی خوبصورتی کے چرچے ہونے لگے اور ملک دولت اور ترقی سے مالا مال ہوتا گیا۔ لوگ حکومت سے اتنے خوش تھے کہ بار بار اسی پارٹی کو منتخب کرتے گئے۔ باریسن نیشنل خود کوئی پارٹی نہیں تھی بلکہ بہت سی پارٹیوں کا اتحاد تھی۔ جہاں اس پارٹی نے ملک کو اچھے سے چلایا وہیں بے پناہ سیٹیں ملنے کے باعث اس کی اپوزیشن ختم ہو گئی۔ ضرورت سے زیادہ طاقت ہمیشہ انسان کو خراب کر دیتی ہے۔ یوں گزشتہ انتخابات میں پہلی دفعہ باریسن نیشنل (قومی فرنٹ) الیکشن ہار کے اپوزیشن میں آگئی اور جس وقت کی کہانی ہم بیان کر رہے ہیں' اس وقت یہ مقبول جماعت اپوزیشن میں بیٹھی ہے۔ لیکن لوگ موجودہ حکومت سے بھی ناخوش نظر آتے ہیں' کیونکہ عوامی رائے سے زیادہ جلدی بدلنے والی شے کوئی نہیں ہوتی' اس لئے نوشتہ دیوار یہ کہتا ہے کہ باریسن نیشنل اپنی خامیوں پہ قابو پا کر اگلے سال کا انتخاب جیت کر اقتدار میں آئے گی اور لازماً اس کا چیئر مین ہی اگلا وزیرِ اعظم بنے گا۔

ملائیشیا کا میڈیا پاکستان سے بالکل مختلف ہے۔ جہاں پاکستان کا میڈیا پہلے آزاد اور پھر آوارہ ہوتا گیا' ملائیشیا کا میڈیا سرکاری دباؤ تلے ہی رہا۔ وہاں کے تمام چینل ''پی ٹی وی'' ہیں جن کا کام حکومت کے عیوب کو چھپانا اور اپوزیشن کو بالکل ہی چھپا دینا ہوتا ہے۔ اپوزیشن لیڈرز کے انٹرویوز' جلسوں اور ریلی وغیرہ کو میڈیا کوریج نہیں دیتا۔ یوں کسی بھی حکومت کی جب تک غلطیوں کی نشاندہی نہ کی جائے' وہ بگڑتی چلی جاتی ہے اور اس وقت ملائیشیاء میں بھی یہی حال تھا۔

اب ہم واپس کے ایل کی اونچی عمارتوں تک آتے ہیں جو بارش میں کھڑی بھیگ رہی تھیں۔ سرسبز پہاڑیاں' نیلا سمندر اور اونچی سرمئی عمارتیں.... یہ ہر روز کا کے ایل تھا۔ جیسے کسی بھیگی جنت کا ٹکڑا ہو۔

دیسا پارک سٹی کے ایل کا وہ علاقہ تھا جو امیر اور اثر و رسوخ رکھنے والے خاندان کا مسکن تھا۔ اس کے گرد چار دیواری بنی تھی جو اس کو باقی کے ایل سے منقطع کر کے خاص الخاص بناتی تھی۔ وہاں ایک کالونی میں بڑے سے لان اور پول سے گھرا ایک تین منزلہ محل نما گھر تھا جس کے ڈائننگ ہال میں ناشتے کی میز سجی تھی اور اشتہا انگیز خوشبوئیں سارے کو مہکا رہی تھیں۔

میز پہ چھوٹے چھوٹے برتنوں میں رنگ برنگی اشیاء چنی گئی تھیں۔ کری پفز' ناسی لیما' داگنگ رینڈنگ' تربوز کا جوس' اور تیہ تاریک (چائے) مگر سربراہی کرسی پہ بیٹھے فاتح رامزل نے ان پر تکلف اشیاء کو ہاتھ لگانے کی بجائے صرف سوپ کے پیالے پہ اکتفا کیا تھا' جسے

پیتے ہوئے وہ ناک پہ عینک جمائے اخبار کھولے مطالعے میں منہمک تھا۔ سوپ میں ابلی مرغی کا ٹکڑا منہ میں آجاتا تو وہ نظریں الفاظ پہ رکھے' بند ہونٹوں سے خاموشی سے چباتا اور اگلا چمچ بھر لیتا۔ دائیں ہاتھ کرسی پہ عصرہ بیٹھی تھی۔ بھورے سرخ بال ماتھے پہ کٹے ہوئے گر رہے تھے اور باقی پیچھے جوڑے میں بندھے تھے۔ کاجل لگی بڑی بڑی آنکھیں اٹھا کے وہ گاہے بگاہے فاتح کا چہرہ دیکھتی' پھر کری پف کترنے لگتی۔ پیچھے ایڈم مستعد سا کھڑا تھا۔ ڈریس شرٹ اور پینٹ پہنے' وہ کل کی نسبت زیادہ پراعتماد اور آرام دہ لگ رہا تھا۔ اخبار اسی نے لا کر دیا تھا اور اب وہ منتظر تھا کہ ادھر فاتح نہانے کے لئے جائے' ادھر وہ اس کا فون چارج پہ لگائے۔ بس یہی کام تھے ایک باڈی مین کے۔

''السلام علیکم!'' ایک خوشگوار مسکراتی ہوئی آواز آئی تو دونوں میاں بیوی نے نظریں اٹھائیں۔ داخلی دروازے سے ایک سمارٹ سا آدمی چلا آرہا تھا۔ پینتیس چالیس کے درمیان ہوگا' کافی خوش شکل تھا اور عصرہ میں ملتا تھا۔ آنکھیں تو ہو بہو عصرہ والی تھیں۔ گرے سوٹ' ٹائی' کف لنکس پہنے اور گیلے بال سامنے سے سپائکس کی صورت کھڑے کیے' وہ خوشگوار اور تروتازہ سا لگ رہا تھا۔

''کاکا (آپی)....آبنگ (بھائی)!'' اس نے مسکرا کے کہتے باری باری دونوں کو سلام کیا اور فاتح کے دوسری طرف کرسی کھینچ کے بیٹھا۔ فاتح ذرا سا مسکرایا' سر کو خم دیا اور واپس اخبار پڑھنے لگا۔ عصرہ البتہ پورے دل سے مسکرائی اور فخریہ محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ نو وارد کے ملازم نے میز پہ ٹوکری لا کر رکھی جس میں سرخ گلابی سے انویٹیشن کارڈز جھلک رہے تھے۔

''کیسے ہو ایش؟''

''ہمیشہ کی طرح اچھا۔ اور سوری' میں آنے سے پہلے بتا ہی نہیں سکا۔'' وہ مسکرا کے کہنے لگا تو فاتح صفحہ پلٹاتے ہوئے سادگی سے بولا۔

''فکر نہ کرو' تمہاری بہن کو وحی آجاتی ہے اس لئے وہ تمہاری پسند کا ناشتہ بنا لیتی ہے۔ ریلیکس۔ ناشتہ کرو۔''

عصرہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ چہرہ خفت سے گلابی ہوا۔ نگاہیں چرائیں مگر اشعر ہنس پڑا اور پلیٹ قریب کھسکائی۔

''وہ کیا ہے آبنگ (بھائی) کہ خون کے رشتوں کی کشش کے آگے دنیا کے سارے رابطے ہیچ ہوتے ہیں۔'' فاتح نے اگلا صفحہ پلٹایا اور گہری سانس لے کر اخبار پہ نظریں جمائے بولا۔ ''بہت لوگ دیکھے ہیں ایش مگر تمہاری طرح کا ڈھیٹ جھوٹا ابھی تک نہیں دیکھا۔''

''میری خوش قسمتی ہے' بھائی!'' وہ پھر سے ہنس دیا اور پلیٹ میں چاول نکالتے ہوئے ایک نظر اطراف میں ڈالی۔ پیچھے کھڑے ایڈم نے محسوس کیا تھا کہ اس کی نظریں بہت تیز تھیں۔ عقاب جیسی نہیں۔ کسی لومڑی کی مانند۔

''عبداللہ کہاں گیا؟'' فوراً سے تبدیلی محسوس کر کے پوچھا۔

''چھٹی پہ گیا ہے۔ تم سناؤ' کیسے آئے۔'' عصرہ اشیائے طعام اس کے سامنے رکھتے ہوئے موضوع بدلنے لگی۔

''میں یہ آپ کے لیے نیلامی کے کارڈز لایا تھا۔ آپ کے آرٹ پیسز کی نیلامی کی تقریب کے سارے انتظامات مکمل ہو گئے ہیں۔ آپ کارڈز دیکھ لیں۔ ابھی میں نے کسی کو بھیجے نہیں ہیں۔ لیٹ نائٹ آئے تو میں صبح سب سے پہلے ادھر ہی چلا آیا۔ اور ایک تو صبح صبح

اس دی مالے ٹائمز ملے میل کے رپورٹر نے فون پہ فون کرنے شروع کر دیے تھے۔ پتہ نہیں ان کو کون بتاتا ہے کہ فاتح بھائی چیئر مین کا الیکشن نہیں لڑ رہے۔ میری رائے پوچھ رہا تھا۔ ابھی تو میں نے پالیسی اسٹیٹمنٹ دی ہے' لیکن سچ پوچھیں تو میں آپ لوگوں کے اس فیصلے سے خوش نہیں ہوں۔'' اس کے لہجے میں افسوس تھا۔ فاتح نے اخبار سے نظر تک ہٹانے کا تکلف نہیں کیا۔ سوپ پیتے ہوئے وہ کالم پڑھتا رہا۔

''میں آج جو کچھ بھی ہوں.... سیاست میں میرا جو مقام بھی ہے' وہ آپ دونوں' بالخصوص فاتح بھائی کی وجہ سے ہے۔ اگر بھائی مجھے انگلی پکڑ کے چلنا نہ سکھاتا' مجھے ہر وقت اپنے ساتھ نہ رکھتا تو میں ایک عام سا وکیل ہوتا۔ مگر ایک ممبر پارلیمنٹ نہ ہوتا۔ اور اب جب وہ وقت آیا ہے کہ آپ دونوں مجھے چیئر مین بنا رہے ہیں' مجھے اس عہدے تک لے جا رہے ہیں جس کے میں قابل نہیں ہوں' تو آپ سیاست سے کنارہ کش ہو کے باہر جانا چاہتے ہیں۔'' وہ احساس بھری خفگی سے کہہ رہا تھا اور کہتے ہوئے اپنی سیاہ چمکتی آنکھوں سے باری باری دونوں کے تاثرات دیکھتا تھا۔ ''میں اپنے حق میں آپ کی دستبرداری کے فیصلے کی جتنی قدر کرتا ہوں' اتنا ہی مجھے اپنا آپ اکیلا محسوس ہونے لگا ہے بھائی۔ اگر آپ لوگ چلے گئے تو مجھے کون گائیڈ کرے گا؟ کاکا.... اتنی ضدمت کریں۔'' اس نے گویا بہن کی منت کی۔

''میں پولیٹیکل وائف پوز کر کر کے تھک چکی ہوں ایش۔ ہمارے پاس اس مہنگے شوق کو جاری رکھنے کے لئے کوئی فنڈز نہیں ہیں۔ آریانہ کے بعد تو میرا کسی چیز میں دل نہیں لگتا۔ میں بس واپس جانا چاہتی ہوں اور ظاہر ہے فاتح کو اپنی فیملی بہت عزیز ہے' بیوی بچوں سے الگ تو وہ نہیں رہ سکتا۔''

اشعر نے خستہ کری پف کا ٹکڑا منہ میں ڈالا اور اسے چباتے ہوئے پرسوچ نظروں سے فاتح کو دیکھا۔ ''آبنگ (بھائی).... آدمی کو آپ جیسا جمہوری بھی نہیں ہونا چاہیے۔ میرے حق میں دستبرداری کی میں بہت قدر کرتا ہوں' مگر یوں ملک چھوڑ کے.....''

''تمہیں کس نے کہا کہ میں دستبردار ہو رہا ہوں' ایش؟'' اس نے عینک اتارتے ہوئے' اور اخبار چہرے کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے ٹھنڈی نظروں سے ایش کو دیکھ کے کہا تو لمحے بھر کو نوجوان سیاستدان کی رنگت اڑ گئی مگر وہ سنبھل کے مسکرا دیا۔ ''آپ کا جو بھی فیصلہ ہوگا' میں اس میں آپ کے ساتھ ہوں گا' آبنگ۔ جیسے آپ نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا' میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ آپ میرے آئیڈیل ہیں' کبھی مت بھولیے گا۔''

''تھینک یو۔'' وہ اخبار تہہ کر کے کرسی دھکیلتا اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ایڈم نے جلدی سے اس کا سیل اٹھایا اور فاتح کے پیچھے لپکا۔ ذہن میں مسلسل ماں کی باتیں گونجنے لگی تھیں۔ اسے ان باتوں کے تہہ در تہہ معانی اب سمجھ آنے لگے تھے....

ڈائننگ روم خالی ہوا تو اشعر آگے کو جھکا اور فکر مندی سے بہن کو دیکھا۔ ''آپ نے کہا تھا' بھائی مان گیا ہے۔''

''ایش!'' عصرہ نے اس کا ہاتھ دبایا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ اگلے وزیرِ اعظم تم بنو گے تو تم ہی بنو گے۔ میں فاتح کو مزید سیاست میں خود کو تباہ کرتے نہیں دیکھ سکتی۔ اسی سیاسی Campaign کے دوران آریانہ کو کھویا تھا

ہم نے۔فاتح کے پاس صرف خواب ہیں' پیسے نہیں۔ میں اسے مزید اپنا اور میرا پیسا اس سیاست میں نہیں جھونکنے دوں گی۔"

"مگر میں برا فیل کر رہا ہوں۔ بھائی مجھ سے خفا ہے۔"

"وہ تم سے خفا نہیں ہے۔" عصرہ نے ٹوکری سے ایک کارڈ نکالتے ہوئے ہاتھ جھلا کے اس کے واہمے کو رد کیا۔"وہ خود سے خفا ہے۔وہ ناکام ہو چکا ہے اور اس ناکامی کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا۔"

"ویسے تمہیں ان کو ملک چھوڑنے کا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ملائیشیا ان کے خون کا حصہ ہے۔" وہ جانچتی پرکھتی نظروں سے بہن کو دیکھتے ہوئے بظاہر سادگی سے بولا تھا۔

"میں اس سے کم پہ راضی نہیں ہو سکتی۔سوری۔" پھر کارڈ کھولا تو اس کی بھوری آنکھوں میں ستائش ابھری۔"بہت خوبصورت کارڈز ہیں۔تھینک یو ایش۔تم نے میرے کہے بغیر سارا انتظام اپنے سر لے لیا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو کاکا۔تمہیں باہر سیٹل ہونے کے لئے یہ رقم چاہیے تھی۔اتنے سالوں سے اتنی بڑی آرٹ گیلری کی مالک رہی ہو'اب اس سارے آرٹ کو فروخت کرنے لگی ہو تو اونے پونے داموں تو نہیں بیچنے دوں گا نا اس سب کو۔ایک دنیا شریک ہوگی اس میں۔"

"زبردست۔نیلامی کی رقم کا ایک چوتھائی چیریٹی میں جائے گا اور اسی چیز کو بنیاد بنا کے ہم اس کی تشہیر کریں گے۔" وہ جوش سے بتا رہی تھی۔پھر جیسے یاد آیا۔"جمعرات کی سہ پہر وہ کویتی امیر میری گیلری آئیں گے۔"

"کون سے کویتی؟"

"تم اور فاتح ایک جیسے ہو۔بار بار بھول جاتے ہو۔میں نے بتایا تھا نا کہ ایک کویتی امیر ہمیں نیلامی کے لیے ایک نادر پینٹنگ کا عطیہ دے رہے ہیں۔سیا لکم کی پینٹنگ "گھائل غزال" (زخمی ہرن)۔وہ ایک مشہور آرٹ کلیکٹر ہیں اور جس وقت وہ گیلری آئیں تمہیں وہاں ہونا ہے لازمی۔سیاستدانوں کی بیویوں کو لوگ عطیے صرف سیاستدان سے تعلقات بنانے کے لیے دیتے ہیں۔ان کا کوئی کام وغیرہ ہو تو تم کر دینا۔فاتح سے تو مجھے امید نہیں ہے۔" وہ بے رخی سے کہہ کے کارڈ کو دیکھ رہی تھی۔

"شیور مگر پینٹنگ کو کسی ایکسپرٹ سے چیک ضرور کروانا۔نقلی نہ نکلے۔"

"ظاہر ہے' کرواؤں گی۔ایسے ہی تو نیلامی پہ نہیں رکھ دوں گی نا۔میری کریڈیبیلٹی کا سوال ہے۔" وہ اب کارڈز واپس ڈال رہی تھی۔اشعر نے ایک نظر کھڑکیوں کو دیکھا جن پہ ٹپ ٹپ قطرے برس رہے تھے اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔"چلتا ہوں کاکا۔آج بہت کام ہیں۔"

عصرہ نے چہرہ اٹھا کے محبت بھری نظروں سے اشعر کو دیکھا۔"تم شادی کر لو اشعر۔"

"شادی!" اس نے بھنویں اکٹھی کیں جیسے اچانک اس ذکر پہ حیرت ہوئی ہو۔

"ہاں ایش....کسی اعلیٰ خاندان کی خوبصورت لڑکی سے شادی کر لو۔ملے زیا کے لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟ ان کے لیڈر کی ایک

مثالی‘ خوبصورت بیوی‘ اور دو بچے ہوں۔ پرفیکٹ فیملی۔ تمہاری ریٹینگز بھی اوپر جائیں گی اور شہرت بھی بڑھے گی۔‘‘

’’ہوں۔‘‘ وہ تھوڑی کھجاتے ہوئے سوچنے لگا۔’’مگر کا کا اتنی پرفیکٹ لڑکی کہاں ملے گی؟‘‘

’’جیسے تمہارے حلقہ احباب اور عادتوں کو میں تو جانتی ہی نہیں۔ جاؤ‘ ڈھونڈو کوئی۔‘‘ عصرہ نے ہاتھ جھلا کے اسے ہلکا سا جھاڑ دیا اور کارڈز کی طرف متوجہ ہوگئی۔ ایش ہنس دیا۔ پھر اپنی کالی آنکھوں سے اطراف کا عمیق جائزہ لیا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

کے ایل کے ایک دوسرے رہائشی علاقے میں آؤ تو یہاں تنکو کامل کے گھر بھی صبح ہو چکی تھی۔ بارش یہاں بھی تڑا تڑ برسے جا رہی تھی۔ لاؤنج کی کھڑکیوں سے بھیگتا لان صاف دکھائی دے رہا تھا۔ مسز شیلا صوفے پہ بیٹھی‘ دلگرفتگی سے سامنے بیٹھی تالیہ کو دیکھ رہی تھیں۔

’’وہ ایسے تمہاری شادی کیسے کر سکتے ہیں؟‘‘

تالیہ نے گلابی متورم آنکھیں اٹھائیں۔ وہ یونیفارم میں ملبوس تھی‘ سیاہ بال کس کے باندھ رکھے تھے‘ اور چہرے پہ اداسی تھی۔ ’’سر نے جو پیسے مجھے دیے تھے اور جو اس آدمی نے دیے تھے‘ وہ میں نے اپنے والد کو بھجوائے۔ مجھے لگا تھا وہ خوش ہوں گے مگر ان کو لگتا ہے کہ میں غلط کاموں میں پڑ گئی ہوں‘ اس لئے انہوں نے میرا رشتہ طے کر دیا ہے اور مجھے واپس بلا لیا ہے۔‘‘ آنکھیں بھیگنے لگیں ’’مگر میں غلط کاموں میں تو نہیں پڑی تھی نا میم۔ تالیہ نے تو وہی کیا جو مسٹر کامل نے کہا تھا۔ تالیہ نے تو چوری نہیں کی تھی نا میم۔‘‘ آنسو اس کی آنکھ سے ٹپکا اور گلابی گال پہ لڑھک گیا۔

’’میں تمہارا دکھ سمجھ سکتی ہوں تالیہ۔‘‘ شیلا نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔ ’’میری ماں نے بھی میری بہن کے ساتھ یہ کیا تھا۔ آہ ہم ایشیائی عورتیں۔ میں تو اس وجہ سے ماں کو کبھی معاف نہیں کر سکی۔‘‘

تالیہ چونکی۔ ’’مگر آپ کو تو اپنی والدہ سے بہت محبت تھی نا۔ آپ نے بتایا تھا کہ انہوں نے آپ کو ایک تاج دیا تھا جو آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی کے لیے سنبھال رکھا ہے۔‘‘

’’کون سی محبت؟ ہونہہ۔ سوتیلی ماں تھی وہ ہماری۔ اس کا دیا زیور بھی پہننے کو دل نہیں چاہتا میرا۔ قیمتی نہ ہوتا تو سنبھال نہ رکھتی۔‘‘ انہوں نے نخوت سے سر جھٹکا تو تالیہ کا منہ کھل گیا۔ ایک بے بس سی نظر اوپر ڈالی جہاں اسٹڈی کے لاکر میں وہ اس تاج کو ان پہ رحم کھا کے چھوڑ آئی تھی۔ (اُف اُف.... کاش خواہ مخواہ انسانیت کے چکر میں نہ پڑی ہوتی۔ ہائے۔ وہ کتنا پیارا اور قیمتی تھا۔ کاش موٹی کی بات سن لی ہوتی۔)

’’میں چلتی ہوں میم۔ اور اگر آپ لوگ کبھی لاہور آئیں تو میرے پاس ضرور آیئے گا۔ ہم لاہور کے لوگ بہت پیارے ہوتے ہیں۔ کھلے دل کے مہمان نواز اور کھاتے پیتے سے۔‘‘ وہ بادل نخواستہ کہتی چھتری اٹھائے اٹھی تو وہ بھی کھڑی ہو گئیں۔

’’انشاء اللہ کیوں نہیں۔‘‘ وہ مسکرا کے بولیں پھر پرس کھولا۔ ’’اپنی باقی تنخواہ لیتی جاؤ۔‘‘

''نہیں میم.... سر نے اتنا کچھ دے دیا ہے' میں اب مزید کچھ نہیں لوں گی۔'' وہ فوراً پیچھے ہٹ گئی۔ اور سختی سے گردن دائیں بائیں ہلائی۔ انہوں نے زبردستی تھمانے چاہے تو تالیہ نے ہاتھ پیچھے کر لیے۔ ''نہیں میم! یہ میں نہیں لوں گی۔''

''اچھا میں کچھ اور کر سکتی ہوں تمہارے لیے؟'' وہ خلوص سے پوچھ رہی تھیں۔ تالیہ نے بدقت اپنے خفا جذبات کو چہرے پہ آنے سے روکا۔ (ماں کے زیور کے قصے کیوں سنائے تھے آخر پھر؟ اُف تالیہ تم نے وہ کیوں چھوڑ دیا؟) ''بس دعا میں یاد رکھیئے گا۔''

''کیوں نہیں تالیہ۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ تم اتنی اچھی' صاف اور سچے دل کی مالک جو ہو۔''

باہر ایک دم زور سے بجلی کڑکی۔ بارش کی بوچھاڑ تیز ہوئی۔ تالیہ کی آنکھوں میں سایہ سا لہرایا۔ سیاہ تاریک مایوس سا سایہ۔ دل ایسے ڈوبا.... جیسے نیلے سمندر میں ٹوٹا ہوا جہاز ڈوب جاتا ہے....

(اللہ تعالیٰ اس بات سے اتفاق نہیں کرے گا' مسز شیلا.... مگر خیر....) اس نے سر جھٹک دیا۔ ہمیشہ کی طرح گلٹ کو بھی جھٹک دیا۔

مسز شیلا اب پرس واپس رکھ کے اسے وقتِ رخصت کی دعائیں دے رہی تھیں۔ بارش ویسی ہی برس رہی تھی۔

وہ گھر آئی تو دروازہ کھلا تھا۔ داتن چھیل کے لاؤنج کے مرکزی صوفے پہ براجمان تھی۔ ٹی وی چلا ہوا تھا اور وہ آلو کے گرما گرم چپس کھا رہی تھی۔ تالیہ نے سامنے آتے ہوئے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

''اتنے سارے چپس....'' ایک مشکوک نظر اوپن کچن کاؤنٹر پہ ڈالی۔ ''اور اتنے سارے جھوٹے برتن ظاہر کر رہے ہیں کہ تم کب سے بیٹھی بس کھا ہی رہی ہو۔ یقیناً رات دیر تک جاگتی رہی تھیں....'' وہ دونوں ہاتھ کمر پہ رکھے سامنے پھیلے بکھراوے کو دیکھنے لگی۔ کاغذات۔ لیپ ٹاپ۔ کتابیں۔ ''یہ کام تو تم نے صبح اٹھ کے میرے جانے کے بعد شروع کیا ہوگا' پھر رات بھر جاگ کے کمپیوٹر پہ کیا کرتی رہی تھیں؟ مجھے سوچنے دو۔ ہوں۔'' تالیہ نے انگلی سے گال پہ دستک دی اور اوپر چھت کو دیکھتے ہوئے سوچا۔ ''جب داتن ساری رات کمپیوٹر پہ بیٹھے اور اتنا کھائے اور صبح اس کے چہرے پہ یہ پچھتاوے بھری خاموشی ہو تو اس کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔ کہ تم رات بھر گوگل پہ دبلے ہونے کے طریقے دیکھتی رہی تھیں۔''

داتن جو ناک پہ عینک جمائے اسکرین کو دیکھ رہی تھی' اس بات پہ نظریں اٹھا کے اسے گھورا۔ ''اور تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟''

''تمہاری آنکھوں کے گرد لکیروں میں لکھا ہے' بوڑھی عورت۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو۔ تم نے صبح میرے لیپ ٹاپ کی ہسٹری چیک کی ہوگی۔''

''ظاہر ہے میں نے ہسٹری چیک کی تھی۔'' وہ کھلکھلا کے ہنس دی اور اس کے ساتھ صوفے پہ آ بیٹھی۔ پیروں کی قینچی بنا کے میز پہ رکھ لئے۔ ''اتنا ہلکان نہ ہوا کرو داتن۔ تم اب پتلی نہیں ہو سکتیں۔''

''پتلا ہونے کے لئے عمر کی شرط نہیں ہے۔ انسان کسی بھی عمر میں دبلا ہو سکتا ہے۔''

''انسان ہوسکتا ہے نا۔ برائلر مرغیاں نہیں۔'' وہ کہہ کے زور سے ہنسی۔ ''ویسے دیکھا ہے تم نے کبھی کسی مرغی کو ڈائٹنگ کرتے؟ سوپ اور ابلی سبزیاں کھاتے؟ نہیں نا۔''

داتن نے خفگی سے ناک سکوڑی اور اسے درزیدہ نظروں سے دیکھا۔ ''بہت خوش نظر آرہی ہو۔ خیر ہے؟''

''ہاں نا۔ تنکو کامل کے گھر سے استعفیٰ دے آئی ہوں۔ بقایا تنخواہ بھی ان کو صدقہ کر آئی ہوں۔ جلد ان کو اس کی ضرورت پڑے گی۔ چچ چچ۔'' افسوس سے سر ہلایا۔ اپنی انسانیت کا نتیجہ گول کر گئی۔ ''خیر...اب ہم فاتح رامزل پہ کام کرنا شروع کریں گے۔ میں فریش ہو کے آتی ہوں اور پلان بتاتی ہوں۔''

کہہ کے اس نے پیر نیچے اتارے اور جھک کے جوتے کھولنے لگی۔ چونکہ تالیہ کے بال جوڑے میں بندھے تھے گردن کی پشت پہ گول سا جلنے کا نشان دکھائی دے رہا تھا۔ داتن اس کو دیکھے گئی' پھر موبائل نکالا اور ہاتھ اونچا کر کے اس نشان کی تصویر لی۔

''کیا کر رہی ہو؟ میری جیسی پتلی تم اگلی دس زندگیوں میں بھی نہیں ہوسکتی۔'' تالیہ جوتے اٹھاتے سیدھی ہوئی' اسے چڑانے کو بولی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ داتن نے کچھ نہیں کہا۔ بس اسکرین کو زوم کر کے اس نشان کو غور سے دیکھنے لگی۔ اس کی سیاہ موٹی موٹی آنکھوں میں اچنبھا سا تھا۔ اس نے تصویر موبائل سے لیپ ٹاپ میں ڈالی' اس کا پرنٹ آؤٹ نکالا اور پھر اس کاغذ کو تہہ کر کے اپنے پرس میں رکھ لیا۔

وہ فریش ہو کر آئی تو داتن اس تصویر لینے کا ہر نشان مٹا چکی تھی۔ تالیہ نے گیلے سیاہ بال تولیے میں لپیٹ رکھے تھے اور پیروں میں سلیپرز پہن رکھے تھے۔ وہ سامنے والے صوفے پہ آلتی پالتی کر کے بیٹھی اور بولی۔

''تو ہم کیا جانتے ہیں فاتح رامزل کے بارے میں؟''

☆......☆......☆

(فاتح رامزل جس کے نام کے ساتھ وان لگتا ہے....اور تم جانتی ہو تالیہ کہ وان ملائیشیا میں ان لوگوں کے ناموں کے ساتھ لگتا ہے جو اوپر سے شاہی خاندان میں سے تھے مگر پھر کسی ایک نے کسی عام آدمی سے شادی کر لی تو ان کی نسل میں ملاوٹ ہوگئی۔)

کے ایل کی سڑک پہ وہ سیاہ لمبی کار دوڑ رہی تھی اور پچھلی سیٹ پہ بیٹھا فاتح کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔ آنکھیں پرسوچ انداز میں چھوٹی کر رکھی تھیں اور مسلسل تھوڑی کو انگوٹھے سے رگڑ رہا تھا۔ فرنٹ سیٹ پہ تابعداری سے بیٹھا ایڈم گاہے بگاہے آئینے میں اپنے مالک کو دیکھ لیتا تھا۔ عارضی مالک کو۔ اس نے سوچ کی تصحیح کی۔

(فاتح کم عمری میں اپنے والدین کے ساتھ امریکہ چلا گیا تھا۔ اس کو وہاں کی شہریت بھی مل گئی مگر وہ کبھی ملک سے کٹا نہیں۔ چھٹیوں میں' تہواروں پہ وہ کے ایل آجاتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں وہ وہاں کالج میں کافی مقبول تھا۔)

''یوں کرو کار موڑ لو۔'' کھڑکی سے نظر ہٹائے بغیر فاتح نے ڈرائیور کو مخاطب کیا تو وہ چونکا۔

''سر ہم پارلیمنٹ نہیں جا رہے؟'' اس کے وقت کا ایک ایک منٹ ڈائری میں لکھا ہوتا تھا۔ ایسے میں یہ تبدیلی؟

''شمس کے گھر کی طرف لے چلو۔''

''مگر سر' کیا آج آپ سیشن اٹینڈ نہیں کریں گے؟'' ڈرائیور نے فکرمندی سے پوچھا۔

''راستے سے پھول بھی لیتے چلو۔ شمس بیمار ہے کچھ عرصے سے۔''

''اوکے سر۔ میں پولیٹیکل سیکرٹری کو انفارم کر دوں کہ آپ سیشن اٹینڈ نہیں کریں گے؟'' ایڈم نے جلدی سے فون نکالا۔ سیکرٹری دوسری کار میں آ رہا تھا۔

''گلاب مت لینا۔ شمس کو اس سے الرجی ہے۔ کچھ اور لینا۔'' وہ کھڑکی سے باہر دور نظر آتی اونچی عمارتوں پہ نظریں جمائے بولا تھا۔ ایڈم گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اتنا تو وہ پچھلے تیس گھنٹوں میں سمجھ چکا تھا کہ اس کا عارضی مالک بات کا سیدھا جواب نہیں دیتا۔

(فاتح نے دو دفعہ اسٹیٹ اٹارنی کا الیکشن لڑا اور دونوں دفعہ ریاست کے لوگوں نے اسے منتخب کر کے آفس میں پہنچایا۔ وہ امریکہ میں کافی مقبول تھا۔ اس کا ریکارڈ شاندار تھا۔ ایماندار آدمی' سچا اور کھرا مگر وہ سب چھوڑ کے ملائیشیاء واپس آیا' اور یہاں کی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔)

کار اب بھی سڑک پہ دوڑ رہی تھی اور وہ ہنوز باہر دیکھتے ہوئے کچھ سوچے جا رہا تھا۔ ڈرائیور اور باڈی مین اپنے اپنے فونز پہ لگے تھے۔ سیکرٹری کو اطلاع' شمس صاحب کے آفس میں اطلاع.... پروٹوکول.... سیکیورٹی انتظامات.... افراتفری سی مچ گئی تھی۔

(وہ دو دفعہ ممبر پارلیمنٹ منتخب ہوا ہے اور ان دس سالوں میں اس نے اپنے حلقے کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ اس نے علاقے کو صاف کیا' وہاں بہترین اسکولز بنوائے' بہترین ہسپتالوں کا نظام لایا' سیکیورٹی بہتر کی۔ لوگ اس سے خوش ہیں۔ اگر کوئی نہیں خوش تو اس کی اپنی پارٹی ہے۔)

کار اب ایک پھولوں کی دکان کے سامنے رکی ہوئی تھی۔ وہ ابھی تک باہر دیکھتے ہوئے گہری سوچ میں گم تھا۔ جیب میں رکھا موبائل وقفے وقفے سے تھرتھراتا تھا مگر وہ ادھر متوجہ نہیں تھا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

(اس کی صاف گوئی نے جہاں بہت سے دوستوں کو ناراض کیا وہاں حد سے زیادہ بے نیازی امیر lobbyists کو اس سے دور کر کے اشعر کے قریب لے گئی۔ اشعر اس کی بیوی کا بھائی ہے۔ میٹھی چھری جیسا۔ ہر وقت ہنستا مسکراتا ہوا ایک نمبر کا دوغلا اور ambitious انسان۔ اشعر نے اپنے آبنگ کے نام پہ لوگوں سے قرضے لئے' فیورز مانگے۔ یہ نہیں کہ فاتح ان کو ادا کرے گا' بلکہ یہ کہ اس طرح میں آپ کو فاتح سے قریب کر دوں گا۔ اشعر امیر ہوتا گیا اور فاتح کی جمع پونجی کم ہوتی گئی۔ سیاست بہت مہنگا شوق ہے اور اس کی بیوی کا کام بھی اس سے متاثر ہوا ہے۔ اوپر اوپر سے لگژری لائف اسٹائل کا ملمع تو ہے مگر اندر سے ان کے پاس کچھ نہیں بچا مگر وان فاتح کو اس

کی پرواہ ہی نہیں ہے۔)

کار پھر سے چل پڑی تھی۔ پھول ایڈم نے ڈیش بورڈ پہ رکھ دیے تھے اوران کی خوشبو نے ساری کار کو مہکا دیا تھا۔ ایسی دلفریب خوشبو کہ طبیعت خوش ہو جائے۔ ایڈم کا موڈ بھی ایک دم کافی خوش ہو گیا۔

(وہ ایک خواب میں جی رہا ہے تالیہ۔ ایک آئیڈیلزم میں۔ لوگ کہتے ہیں اسے سیاست نہیں آتی۔ اسے عیاریاں نہیں آتیں۔ وہ عوام کے ووٹ کے بھروسے پہ وزیرِاعظم بننے کے لئے پر یقین اور پر امید ہے مگر اسے اتنا بھی احساس نہیں کہ ملے زیا میں جمہور کی حمایت کافی نہیں۔ امیر دوست زیادہ ضروری ہیں۔)

گاڑیوں کا قافلہ ایک بنگلے کے باہر پہنچا تو خودکار گیٹ کھل کے دیوار میں گھستا گیا۔ کار طویل ڈرائیو وے پہ آگے بڑھتی آئی۔

(فاتح ایک سادہ آدمی ہے۔ مغرور بھی ہے مگر ہر ایک پہ اعتبار کر لیتا ہے۔ سب کو اپنے جیسا سچا سمجھتا ہے۔ اس کے دوست اشعر کے ساتھ ملتے جا رہے ہیں۔ دباؤ بڑھ رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فاتح رامزل اپنے خواب سے دستبردار ہوتا ہے یا نہیں۔)

ایڈم جھٹ کار سے نکلا اور فاتح کا دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر وہ فاتح نے دروازہ خود ہی کھولا' اور کوٹ کا بٹن بند کرتے باہر نکلا۔

☆......☆......☆

باہر نکل کے فاتح رامزل نے گردن اٹھا کے اس اونچے گھر کو دیکھا۔ بارش اب تھم چکی تھی۔ سیاہ بادل غائب ہو رہے تھے۔

''تم لوگ یہیں رکو۔'' اس نے بے نیازی سے تمام ملازموں کو ہاتھ سے اشارہ کیا جو ساتھ آ رہے تھے۔ سب رک گئے' اور سمجھ کے چند قدم پیچھے ہٹ گئے۔ فاتح گھر کے برآمدے کی طرف بڑھا جہاں شمس کے ملازم اس کو اندر لے جانے کے لیے مستعد کھڑے تھے۔ پھر وہ ٹھہرا اور گردن موڑ کے سوالیہ نظروں سے ایڈم کو دیکھا جو ساتھ چلا آ رہا تھا۔

''مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ یہیں رکو۔''

''سوری سر' مگر آپ کو صبح سے فلو کی شکایت ہے، آپ کو بار بار ٹشو کی ضرورت ہو گی جو میں ساتھ لایا ہوں اور آپ کو کسی دوسرے کے ملازم کے ٹشوز پہ نہیں چھوڑ سکتا۔ مجھے آپ کے ساتھ آنا ہو گا۔''

فاتح نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے ایک ابرو اٹھائی۔ ''تم مجھے متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟''

''نہیں سر۔ میں نے آج صبح سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ سچائی اور ایمانداری سے کام کروں گا' کیونکہ میں آپ کے ملازموں میں وہ واحد شخص ہوں جس کو آپ سے کچھ نہیں چاہیے۔'' وہ سادگی سے مسکرایا۔

''واقعی؟'' (تمام ملازمین' سیکرٹری' سب ایڈم کو گھور رہے تھے مگر وہ نڈر سا بولے جا رہا تھا۔)

''سر' میری نوکری ویسے بھی چند دن میں ختم ہو جائے گی اور آپ کبھی کسی کی سفارش نہیں کرتے' سو مجھے آپ سے کچھ نہیں ملنے والا۔ کل رات تک میرے دل میں لالچ تھا' اس لئے میں نے جھوٹ بولا تھا کہ میں نے کسی کو ووٹ نہیں دیا۔ میں نے آپ کی مخالف امیدوار کو ووٹ دیا تھا سر' حکمران پارٹی کو۔ اپنی موجودہ وزیرِ اعظم کو۔ مگر اب مجھے خوف نہیں ہے سر۔ سچ بولنے والے' انسانوں کی ناراضی سے ڈرتے نہیں ہیں۔ اس لئے سوری مگر میں آپ کو اکیلے اندر نہیں جانے دے سکتا جب کہ آپ کو فلو ہے۔''

فاتح ہلکا سا مسکرایا اور آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔ ''تم واقعی مجھے متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔'' اور آگے بڑھ گیا۔ ایڈم مستعدی سے پیچھے لپکا۔ سیکرٹری نے تادیبی انداز میں پکارا' ڈرائیور نے گھورا مگر چونکہ فاتح نے منع نہیں کیا' اس لئے وہ رکا نہیں۔

کچھ دیر بعد وہ لوگ ایک خوبصورتی سے سجائے گئے شاہانہ طرز کے ڈرائینگ روم میں بیٹھے تھے۔ اونچی کھڑکیاں' سنہری پردے اور سفید مخملیں صوفے۔ جیسے کراچی کا کوئی بنگلہ ہو۔ شمس صاحب چینی نقوش کے حامل ادھیڑ عمر انسان تھے۔ ان کے سامنے فاتح رامزل براجمان تھا۔ ہاتھ صوفے کی پشت پہ پھیلائے' ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔ ایڈم پیچھے کھڑا تھا۔ ہاتھ میں ٹشو کا پیکٹ تھا۔

''تمہیں کچھ پریشان کر رہا ہے' فاتح؟'' شمس صاحب تفکر سے اس کا چہرہ دیکھ کے بولے تھے۔

''میں ایک دوراہے پہ کھڑا ہوں۔ کراس روڈز پہ۔ سامنے تین سڑکیں ہیں۔ فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ کون سی لوں۔'' بات کے اختتام پہ وہ جھکا اور میز پہ رکھے ٹشو باکس سے تین ٹشو کھینچے۔ (ایڈم کا منہ کھل گیا۔) ''تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تا کہ اپنا ذہن کلیئر کر سکوں۔''

''مجھے خوشی ہے کہ تم نے ہر برے وقت میں مجھے یاد رکھا ہے اور مجھ پہ بھروسہ کیا ہے۔''

''میں کسی برے وقت میں نہیں ہوں شمس۔'' تہہ شدہ ٹشو سے ناک رگڑتے اس نے کندھے ذرا سے اچکائے تھے۔ ایڈم نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ ٹشو کا پیکٹ پکڑا ہاتھ پہلو میں ڈھیلا سا گر گیا۔

''اگر مجھ پہ بھروسہ کیا ہی ہے تو میری رائے کو تحمل سے سنو۔ تم اچھے وقت میں بھی نہیں ہو فاتح۔ لوگ تم سے ہاتھ کھینچ رہے ہیں۔''

''ایلش چاہتا ہے میں چیئرمین شپ کے الیکشن سے دستبردار ہو جاؤں۔ عصرہ چاہتی ہے کہ ہم امریکہ چلے جائیں۔''

''یہ سراسر ظلم ہے۔'' شمس صاحب کے چہرے پہ غصہ نظر آنے لگا۔ ''چیئرمین بننے کا اگر یہ درست وقت نہیں ہے تو وہ الگ بات ہے لیکن ملک چھوڑنا.... اپنی سیاست چھوڑ کے کسی lounge lizard کی طرح ریٹائرمنٹ گزارنا.... یہ تمہاری شان کے خلاف ہے۔''

فاتح نے اسی سادگی سے دوسرا ٹشو تہہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''سیاست درمیانی راستے کا نام ہے۔ مفاہمت کا۔ بات چیت سے مسائل حل کرنے کا۔'' وہ سمجھداری سے کہہ رہے تھے۔ وہ ٹشو مٹھی میں دبائے آنکھیں چھوٹی کر کے ان کو غور سے دیکھتا رہا۔

''تم کچھ اپنی منواؤ۔ کچھ اس کی مانو۔ چیئرمین شپ چھوڑ دو مگر کسی ایک ریاست کی حکومت مانگ لو۔ ایلش وزیرِ اعظم بن کے

ایک ریاست تمہارے حوالے کر دے' تم اس شرط پہ ایلش سے ڈیل کر لو۔"

"واقعی؟" فاتح نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"یہ بہترین آپشن ہے۔ پانچ سال تم اس ریاست کے حاکم بن کے خود کو مزید مضبوط کرو۔ پانچ سال بعد تم چیئر مین شپ کا الیکشن لڑو اور وزیرِ اعظم بننے کی کوشش کرو۔"

"صحیح۔ میں اس بارے میں سوچوں گا۔" اس نے سر کو آہستہ سے ہلایا اور کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی' پھر ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ شمس صاحب بھی ساتھ ہی اٹھے۔

"اب اجازت۔ عصرہ کی نیلامی پہ ملاقات ہو گی اِن شاء اللہ۔"

"اچھا کوئی ایونٹ ہو رہا ہے مسز عصرہ کا۔ اللہ برکت دے۔"

"ہاں ایلش ارینج کروا رہا ہے۔" وہ مصافحہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ ڈرائینگ روم سے نکل کر وہ لابی تک آئے تو درمیانی میز پہ پھولوں کی ٹوکری رکھی تھی۔ ایڈم نے گزرتے ہوئے یونہی نظر گھمائی تو چونکا۔

ٹوکری میں ایک سرخ اور گلابی کارڈ کا کونا جھلک رہا تھا۔ ذہن میں جھما کہ ہوا۔ (''لیٹ نائٹ کارڈز آئے تھے' صبح صبح سب سے پہلے ادھر ہی آیا)۔"

کسی خواب کی سی کیفیت میں ایڈم سیدھا ہوا' پھر آگے دیکھا۔ فاتح موبائل پہ بٹن دباتا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ ایڈم شل سا پیچھے آیا۔ اس کا دماغ سن ہو رہا تھا مگر اسے خود پہ قابو پا کر کار میں بیٹھنا تھا۔

گیٹ پہ کھڑے ہو کر شمس صاحب نے فاتح کی کار کو الوداعی ہاتھ ہلایا اور جب تمام گاڑیاں نظروں سے اوجھل ہو گئیں تو انہوں نے موبائل نکالا اور اسپیڈ ڈائل پہ ایک نمبر ملا کے فون کان سے لگایا' پھر ایک ہاتھ کمر پہ جمائے' گھنٹی سننے لگے۔

"ایلش!" رابطہ ملنے پہ انہوں گہری سانس لی۔ "تم نے ٹھیک کہا تھا۔ وہ سب سے پہلے میرے پاس آیا ہے۔ ہاں بے فکر رہو' میں نے وہی کہا ہے جو تم نے بولا تھا۔ ایک ریاست کی حاکمیت اور بس۔" دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تو وہ سوچتے ہوئے بولے۔ "کچھ کہہ نہیں سکتا مگر وہ دستبرداری کے لئے نیم رضا مند لگتا ہے۔ نہیں نہیں' اس کو مجھ پہ شک نہیں ہو گا' وہ مجھ پہ اعتبار کرتا ہے۔۔۔۔" وہ اب بولتے ہوئے اندر کی طرف مڑ گئے تھے۔ آواز ہلکی ہوتی جا رہی تھی۔

چند کلو میٹر دور۔۔۔۔ اپنے آفس فلور کے کارنر آفس میں اشعر پاور سیٹ سنبھالے بیٹھا تھا۔ ٹیک لگائے وہ فون کان پہ جمائے مسکرا کے سن رہا تھا۔ "گڈ۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ کبھی بھی امریکہ نہیں جائے گا۔ ہم نے اس کو موت دکھا کے بخار پہ راضی کرنا ہے۔ وہ مجھ سے جلد ہی ایک ریاست کی بات کرے گا اور میں اس کا مان رکھ لوں گا۔ وہ سمجھے گا سارا آئیڈیا اسی کا ہے۔"

کال بند کر کے اس نے اپنے چیف آف اسٹاف کو بلایا۔ جیسے ہی وہ اندر آیا اس نے دیکھا کہ اشعر سنجیدہ سپاٹ سا بیٹھا ہے۔ چہرے پہ بے رحمی بھری سختی اور ماتھے پہ بل ہیں۔

''عرب امیر زادے کا بندوبست کر لیا ہے؟'' اس نے سرد آواز میں پوچھا۔

''یس سر۔ سارے کاغذات پکے ہیں۔ مسز عصرہ کو شک بھی نہیں ہوگا کہ جس عرب امیر سے وہ ملنے جا رہی ہیں وہ ایک اداکار ہے۔''

''اور پینٹنگ؟''

''اسی شیخ کے ملازم سے ان کے گھر سے اٹھوائی ہے لیکن اصل شیخ صاحب اس کو مس نہیں کریں گے کیونکہ چند سال قبل جب زخمی ہرن کی پینٹنگ چوری ہوئی تھی تو چور ہمیشہ کی طرح ایک نقلی پینٹنگ چھوڑ گئے تھے۔ بہت مہارت سے بنائی گئی ہے وہ۔ شیخ صاحب نے غصے سے اس کو اسٹور میں پھنکوا دیا تھا۔''

''اور ایکسپرٹ؟''

''دو ایکسپرٹس کا بندوبست کر لیا ہے جو پینٹنگ کی تصدیق کریں گے اور مسز عصرہ کو بتائیں گے کہ وہ اصلی ہے۔ مسز عصرہ کے اپنے ایکسپرٹ کو عین موقعے پہ ملک سے بھیجنے کا بندوبست بھی کر لیا ہے۔ مسز عصرہ وہ گیلری اونر ہیں' ایکسپرٹ نہیں۔ وہ دھوکہ کھا جائیں گی۔''

''گڈ۔'' اشعر پہلی دفعہ مسکرایا۔ ''نیلامی پہ جب پینٹنگ مہنگے داموں بک جائے گی تو عین وقت پہ باہر سے آیا ایک مشہور ایکسپرٹ اس کا معائنہ کرے گا اور میڈیا کے سامنے یہ آشکار کرے گا کہ مسز عصرہ فاتح جعلی پینٹنگ چیریٹی کے نام پہ بیچ رہی تھیں۔ فاتح بھائی کو ذمہ داری قبول کر کے پارلیمنٹ کی رکنیت سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔ چچ چچ۔''

''بہت بدنامی ہوگی سر۔'' مینیجر کے الفاظ میں افسوس تھا۔ پھر وہ ہچکچایا۔ ''مگر سر.....آپ مسز عصرہ کے بھائی ہیں۔''

''غلط!'' اس نے سپاٹ لہجے میں بات کاٹی۔ ''میں صرف ملائیشیا کی وزارتِ اعظمیٰ کا امیدوار ہوں! یہ تخت کا معاملہ ہے رملی۔ اور تخت کے لیے بیٹے اپنے باپ کو اور باپ بیٹوں کو مار دیا کرتے ہیں۔ ہم ملائیشیا کا تخت ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں نہیں دے سکتے جو دس پندرہ سال پہلے ملائیشیا آیا تھا۔ اس ملک میں ساری عمر ہم نے گزاری ہے۔ اس کو ایشین ٹائیگر بنتے ہم نے دیکھا ہے۔ اس کے وارث ہم ہی ہیں۔'' اور سختی سے ہاتھ جھلایا' گویا جانے کا اشارہ کیا۔

''جی سر!'' مینیجر نے جلدی سے بات ختم کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

☆......☆......☆

کوالالمپور پہ چھائے سرمئی بادلوں کو سورج نے دونوں ہاتھوں سے دائیں بائیں دھکیل کر اپنے جھانکنے کا راستہ بنا لیا تھا۔ بارش ختم ہو گئی تھی اور سنہری دن نکل آیا تھا۔ ایسے میں شہر کا ایک مشہور و معروف کنونشن سینٹر جس کو پترا ورلڈ ٹریڈ سینٹر کہا جاتا تھا' اپنی پوری آب و

تاب سے کھڑا تھا۔ تکون عمارت جو سامنے سے شیشوں سے ڈھکی تھی اور اس کے اندر بڑے بڑے ہال بنے تھے جہاں کنونشن اور سیمینارز منعقد ہوتے تھے۔ ایک طرف شاپنگ مال تھا اور اوپر آفس بلڈنگز۔ باریسن نیشنل کا ہیڈ آفس اسی تکون عمارت کے اندر واقع تھا اور اس وقت فاتح رامزل آفس فلور کی لابی میں تیز تیز چلتا جا رہا تھا۔ چار پانچ افراد بھی اس کی معیت میں قدم اٹھا رہے تھے۔ ایڈم بالکل خاموش تھا۔ ذہن کے پردے پہ بار بار ٹوکری سے جھلکتا کارڈ آتا تھا۔

فاتح رامزل اس سے چند قدم آگے تھا۔ سیکرٹری اور باڈی گارڈز کی موجودگی کے باعث وہ اس کے قریب نہیں جا پا رہا تھا۔ اور پھر راستے میں اسے دیکھ کے رک رک جاتے لوگ.... جن کو وہ مسکرا کے ہاتھ ماتھے پہ لے جا کر سلام کہتا آگے بڑھتا جا رہا تھا....

"سر مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" ایڈم نے پیچھے سے اسے پکارا مگر فاتح نے اسے ایک نظر بھی نہیں دیکھا البتہ پولیٹیکل سیکرٹری ایڑیوں پہ گھوما اور غصے سے اسے گھورا۔ "ایڈم تم مجھ سے ملو کچھ دیر تک۔ مجھے لگتا ہے عبداللہ نے تمہیں مینرز سکھائے بغیر بھیج دیا ہے۔"

ایڈم خاموش ہو گیا۔ فاتح آفس میں چلا گیا تو وہ باہر بیٹھ گیا۔ جیسے ہی پولیٹیکل سیکرٹری کسی کام سے باہر گیا وہ تیزی سے دستک سے کر آفس میں داخل ہوا۔

اندر بلائنڈز کھلے تھے۔ روشنی میں کمرہ نہایا ہوا لگتا تھا۔ فاتح نے کوٹ اتار کے اسٹینڈ پہ لٹکا دیا تھا اور خود پاور چیئر پہ بیٹھا' عینک لگائے چند کاغذات دیکھ رہا تھا۔ آہٹ پہ بھی متوجہ نہ ہوا۔

"سر!" ایڈم سنجیدگی سے کہتا سامنے آیا۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ محتاط سا کنکھیوں سے دروازے کو بھی دیکھ لیتا کہ کہیں سیکرٹری واپس نہ آ جائے۔ "کیا میں آپ سے ایک بات کہہ سکتا ہوں؟"

"میں نہیں جانتا لوگ سوال پوچھنے کی اجازت کیوں طلب کرتے ہیں' جب کہ انہیں جواب میں صرف ہاں ہی سننا ہوتا ہے اور اجازت کی انہیں پرواہ نہیں ہوتی۔" وہ اپنی ڈائری کے صفحے پلٹاتے ہوئے مصروف انداز میں بولا تھا۔ اسے بہت سے کام کرنے تھے۔ وہ ملک کے مصروف ترین لوگوں میں سے تھا۔ ایڈم کا حلق سوکھنے لگا۔

"سر آپ شمس صاحب کے پاس گئے اور ان سے اشعر صاحب کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔" وہ جلدی جلدی کہنے لگا۔ فاتح اب سیل فون اٹھا کے کوئی چیز ڈائری کے صفحے سے ٹیلی کر رہا تھا۔ "انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ آپ کے دوست ہیں' اور یہ کہ انہیں مسز عصرہ کے ایونٹ کے بارے میں معلوم نہیں ہے' مگر اشعر صاحب نے صبح کہا تھا کہ وہ کارڈز سب سے پہلے آپ کی طرف لائے ہیں' مگر ایک کارڈ شمس صاحب کے گھر بھی پڑا تھا۔ شمس صاحب کا گھر اشعر صاحب کے گھر کے قریب ہے۔ اگر وہ پہلے ان کو کارڈ دے کر آئے ہیں' تو یقیناً دونوں کی دوستی گہری اور فارمیلیٹیز سے پاک ہے۔" مگر ایڈم کو لگا وہ سن نہیں رہا۔ اس کی ٹانگیں ہولے ہولے کانپنے لگیں۔

"مجھے لگتا ہے سر' آپ غلط آدمی پہ بھروسہ کر کے اس سے مشورہ لے کر آئے ہیں۔ وہ آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔"

فاتح کے چلتے ہاتھ رک گئے۔اس نے نظریں اٹھا کے ایڈم کو دیکھا اور پھر آنکھوں کو پرسوچ انداز میں چھوٹا کیا۔"تمہارا نام کیا ہے؟"

ایڈم کی چلتی زبان کو بریک لگا۔"ایڈم بن محمد۔"

"ایڈم! رائٹ۔" اس نے سر ہلایا اور پھر ایڈم پہ ٹھنڈی نظریں جمائے پیچھے کو ٹیک لگائی اور عینک اتاری۔"ایڈم' کسی گاؤں میں ایک آدمی کا قتل ہو گیا تو لوگوں نے شہر سے ایک ماہر سراغ رساں کو بلایا۔اس نے موقع واردات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ مرنے والے کا کسی شادی شدہ عورت سے افیئر تھا۔عورت کون تھی' کوئی نہیں جانتا تھا۔سراغ رساں سیدھا چرچ گیا اور پادری کے ساتھ اعترافی کمرے میں بیٹھ گیا۔ یونو' ہمارے مسیحی بھائی جب گناہ کرتے ہیں تو پردے کے پیچھے وہ پادری کے سامنے اعتراف کر لیتے ہیں۔سو اس نے پردے کے پیچھے پادری سے کہا کہ فادر....میں بہت گناہگار ہوں' میرا ایک شادی شدہ عورت سے تعلق ہے۔"

ایڈم سانس روکے سن رہا تھا اور وہ اس پہ نظریں جمائے مدھم مسکراہٹ سے کہے جا رہا تھا۔

"پادری نے فوراً پوچھا' کیا مسز جولیا سے؟ اس نے کہا نہیں۔پادری بولا' کیا مسز مارتھا سے؟ اس نے کہا نہیں تو پادری نے کہا۔ پھر یقیناً مسز باربرا ہوں گی۔سراغ رساں وہاں سے نکل آیا۔باہر کسی نے اس سے پوچھا کہ تم قتل کی تفتیش کی جگہ کیا کرتے پھر رہے ہو؟ تو اس نے کہا' جب میں چرچ میں گیا تھا تو خالی ہاتھ تھا' اب جب کہ میں نکلا ہوں تو میرے پاس تین مشتبہ عورتوں کے نام ہیں!" آخر میں وہ ہلکا سا مسکرایا۔

ایڈم کا منہ کھل گیا۔چند لمحے لگے اسے بات سمجھنے میں۔"آپ جانتے تھے کہ وہ اشعر صاحب کے ساتھ ملے ہوئے ہیں' اس لئے آپ ان سے ملنے گئے تاکہ....تاکہ یہ جان سکیں کہ اشعر صاحب اصل میں کیا چاہتے ہیں۔ان کی اینڈ گیم کیا ہے۔" فاتح نے جواب نہیں دیا مگر اسی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتا رہا۔"تمہاری تسلی ہو گئی؟"

"میں...میں سمجھا کہ آپ....آپ...." وہ کہہ نہیں سکا کہ آپ بے وقوف ہیں۔رعب سا رعب تھا جو اس کے وجود پہ طاری ہو رہا تھا۔ٹانگیں ایک دفعہ پھر سے لرزنے لگی تھیں۔

"ایڈم!" وہ آگے کو جھکا اور ہاتھ باہم پھنسائے گردن اٹھائے اسے مسکرا کے دیکھا۔

"اگر تمہیں کبھی کسی انسان کی قابلیت کو ماپنا ہو تو پیمانہ اس جنگ کو نہ بنانا جو اس نے جیتی یا ہاری ہے بلکہ ہمارے کردار کا تعین تو وہ جنگیں کرتی ہیں جن کو لڑنے کی ہم ہمت کرتے ہیں۔اگر تم جاننا چاہتے ہو کہ کوئی انسان کس مقام پہ کھڑا ہے تو دیکھو کہ اس کے خواب کیا ہیں۔وہ کون سے مقاصد اور منزلیں پا لینا چاہتا ہے۔انسان وہ ہوتا ہے جو اس کا سب سے بڑا خواب ہوتا ہے' بھلے وہ اس کو نہ بھی حاصل کر سکے۔اور اگر ایک آدمی کا خواب اس ملک کے سب سے بڑے عہدے پہ پہنچنا ہے اور اپنے ملک کو ایشیاء کا لیڈر بنانا ہے' اور وہ شخص اس خواب کے لئے آخری حد تک کوشش بھی کر رہا ہے تو وہ کچھ بھی ہو سکتا ہے' مگر بے وقوف نہیں۔"